Digtized by Khilafat Library

مدینۃ المسیح

۱۔ حضور مہمات خلافت کو سرانجام فرما رہے ہیں ایدہ اللہ بنصرہ

۲۔ جناب میر ناصر نواب صاحب بعض خواتین اہل بیت کے ساتھ ۱۵ مارچ بعد ظہر دہلی تشریف لیگئے اور اسی تاریخ کی صبح کو خلیفہ ڈاکٹر رشید الدین صاحب بے پور علی گڈھ کی طرف سفر پر تشریف لیگئے

۳۔ ہائی سکول ۱۶ مارچ کھل گیا۔

۴۔ لاہور کا جلسہ اپریل پر ملتوی ہوا۔

۵۔ مہمان۔ مستری قادر بخش صاحب انجنیر دہلی سے۔ برادر الٰہی بخش صاحب سٹیشن ماسٹر اور برادر محمد اسمٰعیل صاحب اسسٹنٹ سٹیشن ماسٹر اور امرتسر سے ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب ڈاکٹر عباد اللہ صاحب اور میاں غلام مصطفیٰ صاحب پنشنر انسپکٹر اور کئی اصحاب تشریف لائے ہیں

اخبار احمدیہ

۱۔ امرتسر میں ۱۸۔ ۱۹۔ مارچ کو جلسہ ہے۔ حکیم خلیل احمد اور مفتی محمد صادق صاحب کو ڈیرہ غازیخان جانے کا ارشاد ہے اور باقی علماء امرتسر۔ یہاں سے مولوی سرور شاہ صاحب

۲۔ حکیم خلیل احمد صاحب اطلاع دیتے ہیں۔ کل بارہ تاریخ کو حضرت حافظ روشن علی صاحب اور شیخ عبدالرحمن صاحب مصری اور شیخ یعقوب علی صاحب میرٹھ گئے۔

۳۔ (ب) آج ۱۳ کی صبح کو حضرت مفتی صاحب اور جناب میر محمد اسحاق صاحب اور میر قاسم علی صاحب پانی پت تشریف لیگئے ہیں حضرت حافظ صاحب میرٹھ سے لوٹ کر پانی پت گئے۔ وہاں کے لوگوں نے انکو بھی مدعو کیا تھا اس وقت دہلی میں بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی ہیں اور یہ عاجز ہے

۴۔ کل شام کیوقت عاجز نے فوارہ پر جگہ نہ ملنے کے سبب گھنٹہ گھر کے سامنے تقریر کی تھی۔ پادری احمد مسیح درمیاں میں مخل ہوا۔ اور تقریبا ایک گھنٹہ تک مباحثہ کے رنگ میں ہی اسی جگہ اس سے گفتگو ہوئی مسئلہ نبوت پر گفتگو تھی مسلمانوں کا بھی خاصہ مجمع ہو گیا تھا۔ افسوس کہ مسلمان ایسے اندھے پادری کو اس وقت اپنا وکیل سمجھے ہوئے تھے۔ تاہم اللہ کا شکر ہے کہ جب میں تقریر کرتا تھا۔ تو سب لوگ خاموشی کے ساتھ سنتے تھے۔ مغرب کے وقت تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

عیسائیوں کا جلسہ بنگہ۔ ۱۸ و ۱۹ و ۲۰ مارچ کو بنگہ میں عیسائیوں کا جلسہ ہے۔ وہاں سے خط آیا ہے کہ آدمی بھیجو۔

(باہتمام شیخ عبدالرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر مطبع ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

الفضل

قادیان - دارالامان مورخہ ۱۸ مارچ ۱۹۱۶ء

دارالسلطنت دہلی میں عظیم الشان جلسہ اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مبلغین کے وعظ

(الفضل کے خاص رپورٹر کے قلم سے)

ہندوستان کے دارالسلطنت دہلی کی شان و شوکت اور اس میں ہر ایک ملک و ملت کے افراد کا اجتماع مدت سے اس بات کا تقاضا کر رہا تھا۔ کہ اس زمانہ میں خدا تعالےٰ نے جو نور تمام دنیا کے لئے قادیان کی پاک اور بابرکت سرزمین میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ نازل فرمایا ہے۔ اس کو اس شہر کے لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ اور وہ روحانی مائدہ اور وہ آبحیات جو خالق کون و مکان نے بھوکی اور پیاسی دنیا کے لئے آسمان سے نازل کیا ہے۔ اس کی طرف لوگوں کو دعوت دی جائے۔ اس بات کے لئے ہماری جماعت کے ان افراد نے جو یا تو دہلی کے رہنے والے تھے۔ یا کسی اور وجہ سے یہاں رہتے تھے۔ کئی بار حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کی خدمت بابرکت میں آپ کی تبلیغ احمدیت کی وسیع کوششوں کو دیکھ کر التماس کی۔ لیکن خدا تعالیٰ کی طرف سے جو سلسلہ ہوتا ہے۔ اسکا ہر ایک کام چونکہ اسی کے منشا اور ارادہ کے ماتحت ہوتا ہے۔ اس لئے اسوقت تک کوئی کوشش نہ کی گئی جب تک کہ خدا تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے دل میں اس تحریک کو نہ ڈالا۔ پچھلے دنوں جب حضور کی ران پر پھنسی نکل آنے اور اس کو چیرا دلانے کی وجہ سے چندروز بستر علالت پر رہے۔ تو گو حضور کی یہ علالت ہر ایک احمدی کے لئے بظاہر صورت نہایت تکلیف کا باعث ہوئی۔ اور خصوصاً ان لوگوں کے لئے جو قادیان میں رہتے اور حضور کی قوت قدسی سے ہر روز مستفیض ہوتے اور اپنے خیابان ایمان کو آپ کے چشمہ صافی سے نکلے ہوئے آب زلال (کلمات طیبات) سے تروتازہ رکھتے تھے۔ بہت ہی شاق گذری۔ مگر وہ یہ نہیں جانتے تھے۔ کہ خدا تعالیٰ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کو اس طرح خلوت میں رکھ کر سلسلہ عالیہ احمدیہ کے متعلق ایسی خاص خاص باتوں پر غور کرنے کا موقعہ دے رہا ہے۔ جنکا نتیجہ بہت مفید اور اعلیٰ نکلنے والا ہے۔ حضور نے ایک دن جبکہ اس علالت سے قریباً صحت ہو چکی تھی۔ فرمایا مجھے اس بیماری میں تبلیغ کے متعلق بہت سی باتوں پر غور و فکر کرنے اور نئی تدابیر کے سوچنے کا موقعہ ملا ہے۔ حضور کے اس فرمانے کے متعلق میں تو یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ حضور نے ان تدابیر پر خدام بارگاہ کو عملدرآمد کرنے کے لئے لگا دیا ہے۔ البتہ یہ کہتا ہوں۔ کہ دہلی میں ایک عظیم الشان جلسہ کا انعقاد حضور کی انہی دنوں کی تجویز ہے۔ جبکہ حضور ابھی بستر علالت سے نہ اٹھے تھے۔ اس جلسہ کے متعلق انتظام کرنے کے لئے ادہر حضور نے شیخ یعقوب علی صاحب و میر قاسم علی صاحب کو دہلی بھیجدیا۔ اور بہت جلدی ہر ایک قسم کا انتظام کرنے کی تاکید فرمائی۔ چنانچہ خدا کے فضل و کرم سے تمام انتظام حسب دلخواہ ہو گیا۔ اور ادھر چند ایک اصحاب کو مضمون تیار کرنے کا ارشاد فرمایا۔ میرے نزدیک یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے۔ کہ حضور کے ارشاد کے مطابق بہت ہی قلیل عرصہ میں بزرگان سلسلہ نے اپنے اپنے مضمون اردو کے علاوہ انگریزی اور عربی میں تیار کر لئے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ اپنی راہ میں کام کرنے والوں کی ہمیشہ سے اس طریق سے تائید اور نصرت کیا کرتا ہے۔ کہ جو لوگ محض سازوسامان پر اپنے تمام کاروبار کا انحصار رکھتے ہیں۔ ان کی نگاہ میں ایسے کام عجیب ہوتے ہیں۔ ہمارا ہر ایک کام چونکہ محض خدا کے فضل اور اسی کی تائید اور بھروسہ پر ہوتا ہے۔ اس لئے ہم بجائے اس قسم کی تائید الٰہی کو دیکھ کر متعجب ہونے کے اس کے در پر جوش اور خوشی سے سجدہ میں گر جاتے ہیں۔

بظاہر حالات یہ ایک نہایت مشکل بات تھی۔ کہ اس قدر قلیل عرصہ میں انگریزی اور عربی کے وہ نہایت اہم اور ضروری مضامین جو دہلی ایسے شہر میں پیش کئے جانے تھے۔ تیار ہو سکتے لیکن جیسا کہ میں اوپر لکھ چکا ہوں۔ کہ خدا تعالےٰ کے لئے کام کرنے والوں کا وہ خود ناصر و مددگار ہوتا ہے۔ اس لئے اس کی مدد اور نصرت سے مضامین تیار ہو گئے۔ انگریزی کے مضمون چوہدری ابوالہاشم صاحب ایم۔ اے اسسٹنٹ انسپکٹر مدارس باریسال (بنگال) چوہدری ظفراللہ خان صاحب بی۔ اے۔ بیرسٹرایٹ لا سیالکوٹ۔ اور مولوی محمد الدین صاحب بی۔ اے ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کے سپرد ہوئے۔ چوہدری ابوالہاشم صاحب جو اتفاقاً قادیان میں موجود تھے۔ ان کا مضمون تھا ”حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود نے آکر کیا کام کئے“۔ گو انہیں بھی اس مضمون کی اہمیت کے لحاظ سے بہت تھوڑا وقت ملا۔ مگر انہوں نے دن رات ایک کر کے نہایت کوشش سے اس کو مکمل کر لیا دوسرا مضمون چوہدری ظفراللہ خان صاحب بی۔ اے بیرسٹرایٹ لا سیالکوٹ کے سپرد ہوا۔ انہیں اطلاع دیگئی۔ اور بہت تنگ وقت میں دیگئی۔ مگر انہوں نے نہایت جامع اور مکمل مضمون سوچ لیا تیسرا انگریزی مضمون ”اسلام اور دیگر مذاہب“ ماسٹر محمد الدین صاحب ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کے سپرد ہوا مگر ایک تو وقت کی تنگی اور دوسرا انہی ایام میں طلباء سکول کا امتحان ہو رہا تھا جس کے لئے انہیں بہت مصروفیت تھی۔ تیسرا فقرہ ثانی کلاس کے طلباء کے امتحان کے دن بہت قریب تھے۔ اس لئے ان کی طرف ماسٹر صاحب کی خاص توجہ کا ہونا نہایت ضروری تھا۔ ان وجوہات کے باوجود آپنے مضمون تیار کیا۔ مگر جس جامعیت کے ساتھ اس مضمون کا تیار کرانا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کی منشا تھی۔ اس میں کچھ کمی رہ گئی۔ اس لئے حضور نے اس آخری رات جس کی صبح کو احباب نے دہلی روانہ ہو کر مقررہ اور مشتہرہ تاریخ پر پہنچنا تھا۔ ارادہ فرمایا۔ کہ میں خود اس کو لکھوں۔ چنانچہ حضور ہی نے اس آخری وقت میں نہایت جلدی سے اس کو لکھا۔ اور اسکا ترجمہ انگریزی میں سنانے کے لئے کیا گیا۔ عربی مضامین ”ختم نبوت“ ”صداقت مسیح موعودؑ“۔ ”وفات مسیح“ علی الترتیب جناب حافظ روشن علی صاحب جناب سید محمد اسحٰق صاحب مولوی فاضل جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب مولوی فاضل تعلیم یافتہ مصر کے ذمہ تھے۔ اردو مضامین وفات مسیح اور مسئلہ تناسخ جناب میر قاسم علی صاحب اور حضرت مسیح موعود کی صداقت جناب سید محمد اسحٰق صاحب اور ختم نبوت جناب حافظ روشن علی صاحب کے سپرد ہوئے۔ اور اسلام و عیسائیت جناب مفتی محمد صادق صاحب کے لئے مقرر ہوا۔

جناب چوہدری ظفراللہ خان صاحب بیرسٹرایٹ لا جو کہ سیالکوٹ سے دہلی تشریف لے گئے۔ اور جناب مفتی صاحب جب ایک

تبلیغی دورہ پر تھے - اور وہاں سے ہی انہیں جلسہ میں شمولیت کی بذریعہ تار اطلاع دی گئی - ان کے علاوہ باقی تمام واعظین ۱۲ مارچ ۱۹۱۶ء کو قادیان سے روانہ ہوئے - حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالےٰ ڈیڑھ میل تک رخصت کرنے کے لئے تشریف لے گئے - اور اپنی ضروری نصائح سے امیر قافلہ ماسٹر محمد الدین صاحب کو سرفراز فرمایا - اور دعا کے بعد رخصت کیا - دہلی میں جناب میر قاسم علی صاحب و شیخ یعقوب علی صاحب نے ہر ایک قسم کا سامان متعلقہ جلسہ اور رہائش مہماناں بامداد جماعت احمدیہ نہایت عمدگی اور قابلیت سے تیار کر رکھا تھا - اور لیکچروں کے متعلق بذریعہ اشتہار اردو - انگریزی - اور عربی تمام اہل شہر کو مطلع کر دیا تھا - نیز بذریعہ منادی بھی جلسہ کی اطلاع ہر ایک گلی کوچہ میں کرا دی گئی تھی - دہلی میں راماتھیٹر جس کے ملنے کی نسبت واقفکار ناممکن کا لفظ بولتے تھے - اور جس بے رخی سے حاذق الملک اور امام جامع مسجد وغیرہ نے کام لیا - اور اس قسم کی دیگر رکاوٹوں کا دور ہو کر الٰہی نصرتوں کا شامل حال رہنا اس کی کیفیت میر قاسم علی صاحب خود قلمبند فرمائیں گے ؁

جلسہ کا پہلا دن

حسب پروگرام مشتہرہ بتاریخ ۱۷ مارچ ۱۹۱۶ء یوم جمعہ بعد از نماز جمعہ ۲ بجے جلسہ کا آغاز راما تھیٹر ہال میں کیا گیا - جلسہ گاہ میں بہت سے آدمی مقررہ وقت سے بھی بہت پہلے جمع ہو گئے تھے - اور آخیر وقت تک آتے رہے - حتّٰی کہ ہال جو ایک بہت وسیع اور فراخ ہے - اور گیلریوں اور سیٹوں پر مشتمل ہے - تقریباً پُر ہو گیا - احمدی احباب اور خاص خاص معززین شہر سٹیج پر بیٹھے تھے حاضرین میں بیشتر حصہ مسلمانوں کا تھا - عربی مدارس کے طلباء - اور علماء - معززین شہر متوسط الحال اور عام لوگ بھی کافی تعداد میں تھے - اس جلسہ کے پریزیڈنٹ جناب چوہدری ظفر اللہ خان صاحب بیرسٹر ایٹ لا منتخب کئے گئے - جلسہ کی ابتداء جناب حافظ روشن علی صاحب نے تلاوت قرآن کریم سے فرمائی - اس کے بعد جناب شیخ یعقوب علی صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کی طرف سے "پیغام اہل دہلی کے نام" پڑھ کر سنایا جس میں تمام لوگوں کو صلح اور امن سے اور تعصب و عداوت سے خالی ہو کر مذاہب کی تحقیقات کی طرف متوجہ کیا گیا تھا - اس پیغام میں دراصل وہی کچھ بیان تھا - جو حضور نے گذشتہ سال ایک پبلک جلسہ میں بمقام لاہور ایک لیکچر دیا تھا - اور جو "پیغام مسیح" کے نام سے چھپ کر شائع ہو چکا ہے - باوجودیکہ اس مضمون میں کوئی ایسی بات نہ تھی جو کسی کے لئے موجب انگیخت ہو سکتی مگر پھر بھی اس کے سنائے جانے کے دوران میں بعض ملانوں - طلباء اور عوام نے حتی الوسع غل ڈالنے اور جلسہ کو خراب کرنے میں کوتاہی نہ کی - کئی شخص تو بار بار رخنہ کرنے پر بھی خواہ مخواہ دخل دیتے رہے - بعضوں نے بیہودہ بکواس سے شور ڈالا تالیاں اور سیٹیاں بجائیں - ان کے اس شور و شر کو فرو کرنے کے لئے جناب حافظ روشن علی صاحب نے تلاوت قرآن شروع فرما دی - مگر ان لوگوں نے تلاوت قرآن کے ادب و احترام کا بھی پاس نہ کیا - اور ہر ممکن طریق سے کلمۃ الحق کو ناشائستہ حرکات اور افعال سے ٹالنا چاہا - مگر الحمد للہ کہ ہماری طرف سے ہر طرح سے صبر و تحمل استقلال و استقامت میں کوئی فرق نہ آیا - جناب میر قاسم علی صاحب اور جناب شیخ یعقوب علی صاحب نے بڑے زور اور پُر رعب الفاظ میں فتنہ انگیز لوگوں کو سنا دیا - کہ تم لوگ کان کھول کر سن لو - جلسہ بموجب پروگرام ہوگا اس میں تمہارے کسی قسم کے فتنہ و فساد سے ذرا بھی رخنہ نہیں پڑ سکتا - آپ لوگوں نے اگر اعتراض کرنے ہوں - تو ہر ایک مضمون کے خاتمہ پر کر سکتے ہیں - ہمیں افسوس ہے - کہ یہ شور ڈالنے والے لوگ دہلی کی تہذیب کو بدنام کر رہے ہیں - اور اپنے اخلاق کا بہت ہی بُرا نمونہ پیش کر رہے ہیں - شیخ صاحب کے اس کہنے پر ایک تعلیم یافتہ معزز شخص نے بڑی سنجیدگی مگر جوش کے ساتھ اہل دہلی کو متنبہ کیا - اور ان کی ناشائستہ حرکات پر انہیں شرم دلائی - اور ہماری طرف مخاطب ہو کر کہا - کہ آپ کے جلسہ میں غل ڈالنے والے دہلی کے باشندے نہیں - بلکہ باہر کے طلباء وغیرہ ہیں - جو دلی والوں ہی کی روٹیاں کھا کر انہیں کو بدنام کرتے ہیں ؁

شیخ یعقوب علی صاحب کے مضمون سنانے کے بعد پروگرام کے مطابق شیخ عبد الرحمٰن صاحب مولوی فاضل مصری نے اپنی تقریر عربی زبان میں مسئلہ وفات مسیحؑ پر شروع فرمائی - علماء و طلباء نے اس تقریر کے دوران میں بھی اداب مجلس کو بالائے طاق رکھتے ہوئے شور شروع کر دیا - اور درمیان میں ہی ایسے سوالات کرنے شروع کر دیئے - جو اصل تقریر سے بالکل غیر متعلق تھے - شیخ صاحب نے بڑی فصاحت و سلاست اور برجستگی و روانگی کے ساتھ مسئلہ زیر بحث کے تمام پہلوؤں پر بسند آیت و حدیث رعایت و درائت بتفصیل روشنی ڈالی - جب آپ تقریر ختم کر چکے - تو مخالفین کو سوال کرنے کا موقعہ دیا گیا چونکہ سوال کرنے کے لئے یہ شرط تھی - کہ عربی لیکچر پر عربی زبان میں ہی سوال کیا جائے - اس لئے سوائے ایک دو آدمیوں کے کسی کو جرأت نہ ہوئی - ان سوال کرنے والوں میں سے ایک مولوی غلام محمد صاحب شملوی ممبر انجمن خدام کعبہ تھے - (تعجب ہے - کہ آپ کہتے تھے میں طالب علم ہوں) ان کے سوال کا جواب شیخ صاحب نے پہلے سے بھی زیادہ پُر جوش اور زبردست الفاظ میں دیا اسی دوران میں سپرنٹنڈنٹ صاحب بہادر بمعہ تین افسران پولیس بھی تشریف لے آئے تھے - جو بہت دیر تک بڑی دلچسپی سے گفتگو سنتے رہے - شیخ صاحب کے بعد جناب حافظ روشن علی صاحب نے عربی میں مسئلہ ختم نبوت کو شیریں بیانی اور سلاست و روانی سے سامعین کے ذہن نشین کیا - اسی مضمون پر جناب حافظ صاحب نے ایک دوسرے دن اردو میں تقریر فرمائی تھی جس کو بطور خلاصہ اس دن کی کارروائی میں ہدیہ ناظرین کیا جائیگا - ان کے بعد جناب سید محمد اسحٰق صاحب نے عربی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ثبوت بروئے آیات قرآنی نہایت پُر زور الفاظ میں پیش کیا - اسی موضوع پر آپ نے دوسرے دن اردو میں تقریر فرمائی جسے میں اس دن کی روئداد میں پیش کروں گا - جناب سید محمد اسحٰق صاحب کے لیکچر کے وقت سامعین کی تعداد دو سو کے قریب قریب تھی چونکہ اس دن نماز جمعہ کے بعد سے لیکچروں کا سلسلہ شروع کیا گیا تھا - اس لئے آخر وقت میں لوگ کم رہ گئے تھے - تاہم جو تھے وہ عربی سمجھنے والے معلوم ہوتے تھے - اور لیکچر کو تعجب اور حیرانی سے سن رہے تھے - اس لیکچر کے خاتمہ پر جناب میر قاسم علی صاحب نے حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے پُر رعب اور پُر زور الفاظ میں یوں مخاطب کیا - کہ آج کے لیکچر جو عربی زبان میں تھے - خدا کے فضل سے نہایت کامیابی کے ساتھ ختم ہو گئے - اور کل انشاء اللہ اردو میں لیکچر ہوں گے - ہم نے آج کے دن عربی زبان میں اس لئے لیکچر دیئے ہیں - کہ تا یہاں کے وہ لوگ جن کا خیال ہے - یا جو خود تو واقف ہیں - لیکن دوسروں کو دھوکہ دینے کے لئے یہ کہا کرتے ہیں کہ مرزائی جماعت ایک جاہل اور علم عربی سے ناواقف لوگوں کی جماعت ہے - ان کو پتہ لگ جائے - کہ ہمارے علماء عربی جانتے ہیں -

یا نہیں۔ چنانچہ آج ہم نے خدا کے فضل سے ان لوگوں پر جو اپنے آپ کو علماء کہتے ہیں ثابت کر دیا ہے۔ کہ ہم علم عربی ان سے کہیں بڑھ کر جانتے ہیں۔ ہم نے تمام علمائے شہر کو اپنے جلسہ میں شامل ہونے کے لئے بلایا۔ ان کے پاس اپنے جلسہ کے اشتہار بھیجے۔ اور ہر ایک کو فرداً فرداً خط بھی لکھے۔ کہ آپ لوگ ہمارے جلسہ میں آکر ہمارے عربی دانوں کا امتحان کر لیں۔ نیز ان سب کو کھلے اور واضح الفاظ میں اس بات کے بھی چیلنج دیا۔ کہ تم کو لیکچر پر اعتراض کرنے کا بھی موقعہ دیا جائے گا۔ لیکن ایسے بہت کم لوگوں نے آنے کی جرأت کی۔ اور جو آئے وہ اپنا سا منہ لیکر خائب و خاسر جا رہے ہیں۔ بہت سے علماء کی یہاں نہ آنے کی وجہ یہ ہے۔ کہ ہم نے اشتہار اور خطوط میں جو ان کی طرف بھیجے گئے تھے۔ لکھ دیا تھا۔ کہ چونکہ تقریریں عربی زبان میں ہونگی۔ اس لئے اگر کسی نے اعتراض کرنا ہوا۔ تو اسے عربی میں ہی کرنا ہوگا۔ اور ہماری طرف سے اس کا جواب بھی عربی میں ہی دیا جائیگا۔ یہ شرط ان کے لئے ایک ایسی شرط تھی۔ کہ جسکا پورا کرنا ان کی طاقت میں نہ تھا۔ پھر ان مولویوں نے کہا۔ کہ تم لوگ بھی تو عربی نہیں جانتے۔ مضمون گھر سے لکھ کر لے آئے ہو۔ لیکن ان کا یہ کہنا بالکل لغو اور فضول تھا۔ کیا ہم ان کے اعتراضات کے جواب بھی گھر سے ہی لکھ کر لے آئے تھے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ یہاں کے کسی مولوی اور ملاں میں طاقت ہی نہیں۔ کہ ہمارے علماء کے مقابلہ میں عربی زبان میں گفتگو کرنے کی جرأت کرے۔ دیکھ لیجئے مولوی حشمت اللہ صاحب جو اس وقت یہاں موجود ہیں۔ ان کو ہم نے بار بار اس بات کے لئے چیلنج دیا ہے۔ کہ عربی میں کوئی اعتراض پیش کریں لیکن وہ نہیں کر سکے۔ اب میں پھر ان کو چیلنج دیتا ہوں۔ کہ اگر ان میں طاقت ہے۔ تو اٹھیں۔ اور عربی کا ایک فقرہ ہی بول دیں۔ لیکن وہ ہرگز نہ اٹھیں گے۔ اور نہ ہی عربی میں کچھ بول سکینگے جناب میر صاحب کے ان جوش اور غیرت دلانے والے الفاظ کو سن کر تمام حاضرین کی نگاہیں مولوی حشمت اللہ صاحب کی طرف اٹھ رہی تھیں۔ کہ وہ ابھی کھڑے ہو کر کچھ نہ کچھ در افشانی کریں گے۔ لیکن سب کی حیرانی کی اسوقت کوئی انتہا نہ رہی۔ جبکہ انھوں نے کھڑے ہو کر کہا۔ کہ میں عربی زبان میں کوئی اعتراض نہ کروں گا۔ ان کے اس کہنے کا نتیجہ یہ تھا کہ میں عربی نہیں بول سکتا۔ اخیر پر جناب میر صاحب نے خدا تعالیٰ کا شکر بجا لاتے ہوئے کہا کہ آج خدا تعالیٰ نے ہمیں یہاں کے تمام مولویوں پر ایسی کامل فتح عطا فرمائی ہے۔ کہ سارے یاد ہی رکھیں گے۔

یہاں کے مولویوں نے لوگوں کو ہمارے لیکچر سننے سے باز رکھنے کے لئے بہت زور لگایا۔ کئی ایک اشتہار راتوں رات چھپوا کر تقسیم کرائے۔ اور در و دیوار پر چسپاں کرا دیئے۔ لیکن اس کوشش میں جب انہیں صریح ناکامی ہوئی اور لوگ آنے سے نہ رک سکے۔ تو مولویوں نے جلسہ گاہ کے قریب میدان میں چھوٹی چھوٹی ٹولیوں کی شکل میں مخالفانہ وعظ شروع کر دیئے۔ مگر اس میں بھی انہیں صریح ناکامی ہوئی۔ اور ان کی ہر ایک کوشش نے ہمارے لئے ع

عدو شرے برانگیزد کہ خیر ما در آں باشد

کا نظارہ دکھایا۔ اور ان کے اشتہارات ہمارے جلسہ کا اعلان ہونے کا باعث بن گئے۔ اور سامعین بہت کثرت سے آئے۔ کاش یہ لوگ ان واقعات سے ہی عبرت حاصل کریں۔ کہ کسطرح ان کی تمام چالیں اور مخالفانہ کاروائیاں نامرادی کا منہ دیکھتی ہیں۔

اس دن کی کارروائی ۱۰ بجے کے قریب اختتام پذیر ہوئی۔

جلسہ کا دوسرا دن ۴۔ مارچ سنہ ۱۶ء

دوسرے دن بروز ہفتہ ۹ بجے جلسہ شروع ہوا۔ جلسہ کا آغاز حافظ روشن علی صاحب نے تلاوت قرآن کریم سے کیا۔ اور ان کے بعد قاسم علی صاحب رامپوری نے حضرت مسیح موعود کی نظم ؎ کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے۔ نہایت خوش الحانی سے پڑھ کر سنائی۔ اور بعد ازاں جناب میر قاسم علی صاحب نے اپنا لیکچر مسئلہ وفات مسیح پر شروع کیا۔ آپ نے پہلے اس بات کو واضح کیا۔ کہ ہم حضرت مسیحؑ کی وفات کو کیوں ثابت کرتے ہیں۔ اور بتایا۔ کہ چونکہ تمام مسلمان باقی تمام عظیم الشان انبیاء حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی وفات یافتہ مانتے ہیں۔ لیکن حضرت مسیحؑ کو زندہ خیال کرتے ہیں۔ اور ان کی نسبت یہ اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ وہ آج تک جبکہ ان کے دنیا سے رخصت ہونے کو انیس سو سال سے بھی زیادہ عرصہ گذر گیا ہے۔ اسی جسم کے ساتھ آسمان پر زندہ بیٹھے ہیں۔ چونکہ ان کا یہ عقیدہ سراسر غلط ہے اور اسلام کے لئے سخت مضر۔ اس لئے ہم اس کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں۔ دوسرے آجکل ہمارے مقابلہ میں وہ لوگ ہیں۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا اور خدا مانتے ہیں۔ اور ان کے زندہ رہنے کا جو عقیدہ مسلمان رکھتے ہیں۔ اس سے حضرت مسیح کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر فضیلت بتاتے ہیں۔ لیکن اصل بات یہی ہے کہ کوئی نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور رتبہ کا نہیں ہے اور اگر یہ مان لیا جائے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ سو سال پہلے ایک شخص آیا تھا۔ جو باوجود مخلوق خدا اور نبی ہونے کے اب تک آسمان پر زندہ موجود ہے۔ تو لاریب یہ بھی ماننا پڑیگا۔ کہ وہ بشر نہیں تھا۔ نبی نہیں تھا اور رسول نہیں تھا۔ بلکہ وہ کچھ اور ہی حیثیت رکھتا تھا۔ کیونکہ اگر وہ نبی اور رسول ہوتا۔ تو جسطرح اس سے پہلے کے تمام انبیاء فوت ہو چکے ہیں اسی طرح وہ بھی ہو جاتا۔ حضرت مسیح کو زندہ ماننے والے دوست جو اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ان کے سامنے جب یہ کہا جائے۔ کہ حضرت ابراہیمؑ حضرت موسیٰؑ حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں۔ تو برا نہیں مناتے۔ لیکن جب حضرت مسیح کی وفات کی نسبت کہا جائے۔ تو ان کے دل پر سخت چوٹ لگتی ہے۔ اور وہ سمجھتے ہیں۔ کہ اس کہنے سے اسلام کا کچھ باقی نہیں رہا۔ مسلمانوں نے یہ عقیدہ کیوں بنا لیا۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ آخری زمانہ میں مسیح بن مریم تم میں نازل ہوگا۔ چونکہ احادیث میں آنے والے کا نام ابن مریم لیا گیا تھا۔ اس لئے انھوں نے سمجھا۔ کہ دوبارہ وہی مسیح آنا چاہیئے۔ جو بنی اسرائیل میں آیا تھا۔ لیکن ان کے سامنے یہ مشکل تھی۔ کہ قرآن کریم میں لکھا ہے۔ کہ جو مر جاتا ہے۔ وہ پھر اس دنیا میں زندہ ہو کر نہیں آسکتا اور یہ بھی لکھا ہے کہ جو جنت میں داخل کیا جاتا ہے۔ اسے وہاں سے پھر نہیں نکالا جاتا۔ اس لئے وہ یہ تو نہیں کہہ سکتے تھے۔ کہ حضرت مسیح کو خدا زندہ کر کے دوبارہ بھیجیگا۔ پس انھوں نے یہ فرض کر لیا۔ کہ وہ مرا ہی نہیں۔ اور ابھی تک اسی جسم کے ساتھ زندہ آسمان پر موجود ہے۔ جب انھوں نے اس بات کو فرض کر لیا۔ تو پھر اس کے متعلق دلائل اور تائیدات کی انہیں ضرورت پیش آئی۔ تاکہ اس عقیدہ کو عام لوگوں میں شائع کریں۔ ان کی کم بختی سے نصاریٰ میں ایک گروہ جس کا پہلے سے عقیدہ تھا۔ کہ جب مسیح کو صلیب پر چڑھانے لگے۔ تو ایک اور شخص کو خدا تعالےٰ نے ان

کا بالکل ہم شکل وہم صورت بنادیا۔ اور حضرت مسیح کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا تھا۔ جب اسلام میں داخل ہوئے۔ تو چونکہ ان کے پہلے عقائد کی یکلخت اصلاح نہ ہوسکتی تھی۔ اس لئے انھوں نے اس غلط عقیدہ کو اور لوگوں کے سامنے بھی بیان کرنا شروع کردیا۔ دوسرے مسلمانوں نے سمجھا۔ کہ یہ لوگ مسلمان اور تازہ مسلمان ہوکر جو ایک ایسی بات بیان کرتے ہیں۔ جس سے ہمارے خیال کی بھی تائید ہوتی ہے۔ اس لئے یہ درست ہی ہے۔ اس غلط فہمی نے اس عقیدہ کی بنیاد مسلمانوں میں ڈالی۔ جس پر انھوں نے بہت بڑی عمارت تعمیر کرلی ہے ٭

آپ لوگ ذرا غور تو کریں۔ کہ مسلمان لوگ جو طریق حضرت مسیح کو آسمان پر اٹھائے جانے کا بیان کرتے ہیں۔ کیا وہ اس قابل ہے۔ کہ دنیا کے سامنے پیش کیا جاسکے۔ ہرگز نہیں۔ لیکن بہت ہی افسوس ہے۔ ان مفسرین پر جنہوں نے ماقتلوہ وماصلبوہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھ دیا۔ کہ حضرت مسیح نہ قتل ہوئے۔ اور نہ سولی دئے گئے۔ بلکہ وہ زندہ آسمان پر اٹھا لئے گئے۔ یہ تفسیر کرنے والوں نے اتنا بھی نہ سوچا۔ کہ اول تو زندہ اور آسمان کا لفظ وہ اپنے پاس سے ملا رہے ہیں۔ دوسرے کیا ہر ایک انسان کی موت صرف قتل اور صلیب سے ہی واقعہ ہوا کرتی ہے۔ پھر یہ لوگ حضرت مسیح کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے کی تائید میں جو روایت پیش کرتے ہیں۔ وہ اسقدر مضحکہ خیز ہے۔ کہ پڑھ کر ان لوگوں کی عقل پر تعجب ہی آتا ہے۔ مگر انھوں نے اسے اپنے عقائد میں داخل کر رکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح اور ان کے بارہ حواریوں کو ایک مکان میں یہود نے اس لئے بند کیا تھا۔ کہ یہاں سے نکال کر قتل کردیں گے جب وہ مکان سے نکالنے کے لئے آئے۔ اور اس کا چاروں طرف سے محاصرہ کرلیا۔ تو خدا نے حضرت جبرائیل کو آسمان سے بھیجا۔ وہ اس مکان میں چھت کے راستہ سے آئے اور چھت کو پھاڑ کر انہیں آسمان پر اٹھا لے گئے۔ (گویا جبرائیل کو بھی مکان میں داخل ہونے کے لئے چھت پھاڑنے کی ضرورت تھی) حضرت مسیح کا ایک حواری جو ان کا بڑا وفادار اور مخلص مرید تھا۔ اس کی شکل بدل کر حضرت مسیح کی شکل بنگئی۔ یہود جب اندر داخل ہوئے۔ تو انھوں نے اسی حواری کو پکڑ کر صلیب پر چڑھا دیا۔ یہ وہ قصہ ہے جو مولوی محمد بشیر صاحب بھوپالوی نے اپنی کتاب مظاہر حق میں لکھا ہے۔ اور اس کی سند یہ بیان کی ہے کہ یہ قصہ ابن جریر میں موجود ہے ٭

آپ لوگوں نے اس قصہ پر غور کیا۔ خدا تعالیٰ پر کس قدر الزام آتا ہے۔ کہ سوائے چھت پھاڑ کر آسمان پر لے جانے کے اور کوئی ذریعہ ہی نہ تھا۔ کہ خدا حضرت مسیح کو بچا سکے۔ پھر میں کہتا ہوں۔ کہ خدا تعالیٰ کو اس طریق سے صرف حضرت مسیح کو بچانا مقصود تھا۔ یا یہ بھی کہ ان کے دشمن ناکام نہ جائیں۔ اگر صرف حضرت مسیح کو بچانا تھا۔ تو یہ مقصد اس صورت میں حاصل ہوگیا تھا۔ جبکہ حضرت مسیح کو حضرت جبرائیل آسمان پر چھت پھاڑ کر لے گئے تھے۔ اب ان کے ایک وفادار اور مخلص حواری کو ان کا ہم شکل بنا کر مروانے کی کیا ضرورت باقی رہ گئی تھی۔ کیا نعوذ باللہ خدا کو یہ خوف پیدا ہوگیا تھا۔ کہ جب یہودی چھت کو پھٹا ہوا دیکھیں گے۔ تو انہیں معلوم ہوجائیگا۔ کہ خدا نے آسمان پر اٹھا لیا ہے۔ اس لئے وہ غبارہ یا کسی اور ذریعہ سے آسمان پر جاکر حضرت مسیح کو گرفتار کریں گے۔ اور کیا اس سے یہ نہیں کہا جاسکتا تھا۔ کہ خدا تعالیٰ کو یہود کی دلداری اور خاطر منظور تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ وہ بھی مسیح کو صلیب پر چڑھا کر اپنا دل ٹھنڈا کریں۔ پھر اس طریق سے خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح کو تو بچالیا۔ مگر ان کے ایک مخلص اور وفادار حواری کو ناحق کیوں مروادیا۔ کیا اس سے نعوذ باللہ خدا کی کمزوری ثابت نہیں ہوتی۔ پھر ایک مثل ہے آنچہ بر خود مپسندی بر دیگراں مپسند۔ جس بات کو تم اپنے لئے ناپسند کرتے ہو۔ اسے دوسروں کے لئے بھی پسند نہ کرو۔ لیکن کیا صلیب کی وجہ سے جو اذیت تکلیف اور نقصان حضرت مسیح کو پہنچتا۔ وہی ان کے عزیز حواری کو نہ پہنچا۔ بلکہ حواری کو بہت زیادہ پہنچا۔ کیونکہ وہ بیچارا مفت میں مارا گیا۔ پھر غور کرنے کی بات ہے۔ کہ ایک شخص چاندی کے کسی زیور پر سونے کا ملمع کرکے بیچدے۔ اور کوئی خریدلے۔ لیکن چند دنوں کے بعد اس کی حقیقت کھل جائے۔ اور وہ پولیس میں اس کی رپٹ لکھوائے تو کیا کوئی گورنمنٹ ایسی ہوگی۔ جو بجائے بیچنے والے کے خریدنے والے کو پکڑلے۔ اسی طرح اگر خدا نے حضرت مسیح کی بجائے ان کے ایک حواری پر ایسا ملمع کیا۔ کہ وہ ہوبہو مسیح ہوگیا۔ اس لئے یہودیوں نے اسے پکڑ کر صلیب پر دیدیا۔ تو وہ حق بجانب ہیں۔ اور اس کا الزام خداوند تعالیٰ پر آتا ہے ٭

دوسری روائیت

ایک روایت تو میں نے یہ بیان کی ہے۔ اور اس کا فضول ہونا بھی بتادیا ہے۔ اب ایک اور پیش کرتا ہوں۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری جو مسلمانوں میں ایک بہت مشہور مولوی ہے۔ اس نے اس کے متعلق جو قصہ لکھا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ جب یہود حضرت مسیح کو گرفتار کرنے کے لئے گئے۔ تو ان کے حواریوں میں سے یہوداہ اسکریوطی جو مرتد ہونے کی وجہ سے ان کا دشمن ہوگیا تھا۔ اور انہیں پکڑوانا چاہتا تھا۔ جب وہ حضرت مسیحؑ کا پتہ بتانے کے لئے اس مکان میں گیا۔ جہاں وہ رہتے تھے۔ تو وہاں اس نے کچھ نہ پایا۔ اور باہر آکر یہودیوں کو کہنے لگا۔ کہ یہاں نہیں ہے۔ مگر اسی کی شکل حضرت مسیح کی بن گئی۔ اور اسے ہی لوگوں نے پکڑ کر صلیب پر چڑھا دیا۔ آپ صاحبان کو یاد ہوگا۔ کہ میں نے مولوی محمد بشیر صاحب کی مندرجہ روایت کو بیان کیا تھا جس میں انھوں نے مسیح کی شکل پر بننے والے کو ان کا مخلص اور وفادار حواری قرار دیا ہے۔ اب مولوی ثناء اللہ صاحب کی روایت کو دیکھئے۔ وہ کیا کہتے ہیں۔ وہ مسیحؑ کی شکل اختیار کرنے والے کو ان کا دشمن اور مرتد کہتے ہیں۔ بتایئے ان میں سے آپ کس کی بات کو درست اور صحیح مانیں گے ٭ اور یہ بات بھی مشہور ہے۔ کہ جب حضرت مسیحؑ کو معلوم ہوگیا۔ کہ مجھے یہودی پکڑ کر صلیب پر چڑھانے کی کوشش کررہے ہیں۔ تو انھوں نے اپنے حواریوں کو کہا۔ کہ جو کوئی آج میری جگہ جان دیگا۔ وہ قیامت کے دن میرے جیسے درجہ پر ہوگا۔ لیکن ایک کے سوا کسی نے آمادگی ظاہر نہ کی۔ اسے انھوں نے کہا کہ بیٹھ جاؤ۔ پھر دوسری دفعہ حضرت مسیحؑ نے کہا۔ کہ کوئی ہے جو میری جگہ جان دے۔ اس دفعہ بھی وہی پہلا جوان آمادہ ہوا جسے حضرت مسیح نے بیٹھ جانے کے لئے کہا۔ اور پھر تیسری دفعہ کسی کو اپنی جگہ جان دینے کے لئے بلایا۔ اور وہی جوان کھڑا ہوا حضرت مسیح نے اسے کہا۔ کہ بیٹھ جاؤ۔ جب وہ بیٹھ گیا۔ تو فوراً اس کی شکل حضرت مسیحؑ کی شکل کے مانند ہوگئی گویا ایک جگہ ہی دو مسیح ایک وقت میں ہوگئے۔ جب حضرت مسیح نے دیکھ لیا۔ کہ واقعہ میں اس کی اور میری شکل میں کوئی امتیاز نہیں رہا۔ اگر میں چلا گیا۔ تو یہ ضرور میری جگہ مارا جائیگا تو وہ آسمان پر چلے گئے ٭

اس روایت کے بیان کرنے والوں نے حضرت مسیحؑ پر جو

خدا تعالےٰ کے ایک سچے نبی تھے - بزدلی کا الزام لگایا ہے - حالانکہ کوئی نبی خدا کی راہ میں بڑی سے بڑی تکلیف کے برداشت کرنے سے کبھی نہیں منہ موڑتا ❖

ان دو روایتوں کے علاوہ ایک اور بھی پیش کی جاتی ہے ❖

تیسری روایت

جو تفسیر حقانی میں مولوی عبدالحق صاحب شمس العلماءٔ نے لکھی ہے - اور وہ ابھی زندہ ہیں - انھوں نے اس آیت کے ماتحت لکھا ہے - کہ جب یہودیوں نے حضرت مسیح ؑ کو پکڑنا چاہا - اور گرفتار کرلیا - تو انہیں ایک مکان میں بند کردیا وہاں سے رات کو چھت پھاڑ فرشتہ کے ذریعہ خدا نے اپنے پاس بلالیا - جب صبح ہوئی - تو ایک شخص جسکا نام شمعون تھا - اور جو بطور مسافر وہاں آنکلا تھا - اسکو پکڑ کر انھوں نے صلیب پر اس لئے لٹکا دیا - کہ گورنر اس بات سے ناراض نہ ہوجائے - کہ تم نے مسیح کی اچھی طرح کیوں حفاظت نہیں کی - اس روایت میں یہ بیان ہوا ہے کہ اس شخص کی جس کو صلیب پر چڑھایا گیا تھا - شکل وصورت حضرت مسیح کی نہیں بنی تھی - بلکہ وہ اپنی اصلی شکل پر ہی ناحق مارا گیا ❖

چوتھی روایت

چوتھی روایت یہ ہے - جو مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی نے اپنی تفسیر میں بیان کی ہے - کہ یہودیوں کا سردار جو حضرت مسیح کا دشمن تھا - اس کی شکل حضرت مسیح کی شکل بن گئی تھی اس کو انھوں نے صلیب پر لٹکا دیا تھا - اور حضرت مسیح آسمان پر نہیں اٹھائے گئے - بلکہ زمین پر ہی کسی جگہ پوشیدہ کردیئے گئے تھے - جو کسی وقت نکل کر دنیا میں آئیں گے ❖

اسی قسم کی روائتیں اور بھی بہت سی ہیں - جو ایک دوسرے کے بالکل خلاف ہیں - لیکن میں اس وقت انہیں کو پیش کرکے آپ لوگوں سے پوچھتا ہوں - کہ بتلاؤ - حیات مسیح ؑ کا مسئلہ جس پر تم اسلام کی بنیاد سمجھتے ہو - اس طرح کی بالکل متضاد اور ایک دوسرے کے خلاف باتوں کے ہوتے ہوئے کس طرح حل ہوسکتا ہے - ان چاروں روایتوں کے نقص اور خامی کو جناب میر صاحب نے نہایت مدلل طور پر بیان کرتے ہوئے حاضرین کے دلوں پر اچھی طرح نقش کردیا - کہ یہ بالکل خود ساختہ ہیں ان میں اصلیت کچھ بھی نہیں ہے اور بتایا - کہ چونکہ یہ عقیدہ ہی غلط تھا - اس لئے اس کی تائید میں جسقدر بھی باتیں بنائی گئیں - اسی قدر غلط ثابت ہوئیں -

صلیب کا اصل واقعہ

اس بات میں تو کسی کو کلام نہیں - کہ حضرت عیسیٰ کی صلیب کا واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے مذہب یعنی اسلام سے چھ سو برس پہلے کا ہے - اس لئے ضروری ہے - کہ اس کے متعلق ہمارے پاس کوئی ایسی شہادت ہو جو اس زمانہ کے لوگوں کی ہو - لیکن ایسی کوئی شہادت نہیں ہے - پھر اگر رویت کا کوئی گواہ نہ ہو - تو اس زمانہ کی تاریخ سے ہی دکھلا دو - مگر تم ہرگز نہیں دکھلا سکتے - برخلاف اس کے ہم رویت اور تاریخ دو قسم کے گواہ پیش کرتے ہیں - دیکھئے عیسائی وہ قوم ہے - جو مسیح کو حد سے زیادہ درجہ دیتی اور یہود وہ قوم ہے - جو انہیں حد سے بہت نیچے گراتی ہے - اس لئے ان میں مشرق و مغرب کا فرق ہے - لیکن باوجود اس کے ان کی متفقہ شہادت یہ ہے - کہ واقعہ میں مسیح بن مریم وہی تھے - جنہیں یہودیوں نے صلیب پر چڑھایا تھا - ان کے علاوہ مسلمان بھی اتنی شہادت تو دیتے ہیں - کہ جو شخص صلیب پر لٹکایا گیا تھا - وہ دیکھنے والوں کی نظر میں مسیح ہی تھا - اب ثابت ہوگیا - کہ اس بات پر کہ حضرت مسیح کو صلیب پر چڑھایا گیا - تینوں قومیں متفق ہیں - البتہ اتنا فرق ہے - کہ یہودی اور عیسائی تو یہ کہتے ہیں - کہ جو شخص صلیب پر چڑھایا گیا - وہ اندر باہر دونوں طرفوں سے مسیح ؑ ہی تھا - لیکن مسلمان کہتے ہیں - کہ وہ باہر سے تو مسیح تھا - مگر اس کا اندر مسیح کا نہ تھا - اب اس بات کا بار ثبوت ان مسلمانوں پر ہے - جو یہ کہتے ہیں - کہ مسیح اندر باہر سے ایک نہیں تھا - وہ بتائیں - کہ انہیں کس طرح اس کا علم ہوا - اور اگر یہ بھی مان لیا جائے - کہ کوئی اور شخص مسیح کا ہم شکل ہوگیا تھا - تو سوال پیدا ہوتا ہے - کہ کیا یہود کو حضرت مسیح کی شکل و شباہت سے عداوت تھی - یا ان کے عقیدہ سے یہ صاف بات ہے - کہ عقیدہ سے تھی - اب اگر جو شخص صلیب دیا گیا - وہ اندر سے مسیح نہ تھا - تو اس نے کیوں نہ کہدیا - کہ مجھے مسیح ہونے کا ہرگز دعویٰ نہیں ہے - اور یہ کہکر وہ اپنی جان بچا سکتا تھا - لیکن ہرگز یہ نہیں بتایا جاسکتا ہے - کہ اس صلیب پر چڑھنے والے نے ایسے الفاظ منہ سے نکالے ہیں ❖

ماقتلوہ وما صلبوہ کے درست معنے

اس کے بعد جناب میر صاحب نے ماقتلوہ وما صلبوہ والی آیت کے صحیح اور درست معنے بتلائے - کہ یہاں خدا تعالیٰ نے اس موت کی نفی کی ہے - جو انبیاء کی شان کے شایان نہیں ہے - اس لئے اس سے یہ نہیں نکل سکتا - کہ حضرت مسیح فوت ہی نہیں ہوئے - انجیل میں چونکہ ایسی موت سے مرنے والے کو لعنتی قرار دیا گیا ہے - اس لئے خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح کی نسبت اس کے واقعہ ہونے کو غلط قرار دیا ہے ❖

پھر انجیل کے رو سے حضرت مسیح کا صلیب دیا جانا اور ان کا صلیب سے زندہ اتر کر ایک مکان میں جو قبر کے طور پر بنایا گیا تھا - زندہ داخل ہونا اور وہاں سے نکل کر کشمیر میں آنا اور وہیں وفات پانا ثابت کیا - اور بتایا - کہ حضرت مسیح ؑ کو آسمان پر زندہ ماننے کے عقیدہ کا بنیادی پتھر ماقتلوہ وما صلبوہ کی آیت کو قرار دیا گیا ہے - لیکن در اصل یہی ان کے خلاف ایک زبردست ثبوت ہے - میں نے انجیل سے قرآن مجید سے تاریخ سے ثابت کردیا ہے - کہ حضرت مسیح صلیب پر تو چڑھائے گئے تھے - مگر زندہ اتارے گئے یہی بات ان کے عقیدہ کے رد کے لئے کافی ہے - کیونکہ وہ صلیب پر چڑھنے سے پہلے آسمان پر چلا جانا مانتے ہیں - اب جبکہ یہ ثابت ہوگیا - کہ انہیں صلیب پر چڑھایا گیا تھا - تو ان کا آسمان پر جانا باطل ہوگیا ❖

مزید کیفیت

میر صاحب نے اس بات پر بہت زور دیا - اور سامعین کو اپنی طرف متوجہ کرکے کہا - کہ جو عقیدہ تم لوگوں نے حضرت مسیح کے متعلق رکھا ہوا ہے - وہ بالکل غلط ہے - قرآن میں اس کے متعلق کوئی بھی ثبوت نہیں - بلکہ اس کے برخلاف بہت سی آیات ہیں ❖

یہاں تک میر صاحب بیان کرچکے تھے - کہ لوگوں نے شور برپا کردیا - اور زور زور سے چلانے لگے - کہ ہماری باتوں کو سنا جائے - کہا گیا - کہ لکچر کے خاتمہ پر تمہیں وقت دیا جائیگا - لیکن پھر بھی باز نہ آئے - تو میر صاحب نے کہا - کہ ہم یہاں اسوقت اپنی باتیں تمہیں سنانے کے لئے کھڑے ہوئے ہیں - اس لئے اپنی ہی سنائیں گے - تم میں سے جو لوگ شرافت اور تہذیب کے ساتھ سننا چاہتے ہیں وہ سنیں - اور جو اس طرح نہیں سننا چاہتے - وہ چلے جائیں - یہ کہنے پر ایک شریف اور معزز غیر احمدی نے

باواز بلند کہا۔ کہ جو لوگ لکچر کے دوران میں شور مچاتے ہیں۔ یہ چار چار آنے کے آدمی ہیں۔ ان میں کوئی مہذب نہیں ہے۔ باوجودیکہ تمام لوگ اپنے میں سے ایک شخص کی زبان سے یہ سن چکے تھے۔ کہ شور کرنے والے کوئی مہذب لوگ نہیں ہیں۔ تاہم باز نہ آئے۔ اور ایک شخص نے دوسروں سے صلاح و مشورہ کر کے کھڑے ہو کر کہا۔ کہ یہ لو ابن جریر ہے۔ اس سے بتاؤ۔ کہ کہاں وہ قصہ لکھا ہے۔ اس کے جواب میں جناب میر صاحب نے کہا۔ کہ میں نے ابن جریر سے کوئی حوالہ پیش نہیں کیا۔ بلکہ یہ کہا ہے۔ کہ مولوی محمد بشیر صاحب نے جو کتاب مظاہر الحق لکھی ہے۔ اس میں انھوں نے اس کا حوالہ دے کر اس قصہ کو لکھا ہے۔ ان کی یہ کتاب لاؤ میں ابھی نکال دیتا ہوں۔ یہ ایک نہایت معقول بات کہنے پر بھی وہ چپ نہ ہوئے۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ ان کا شور مچانا کیا معنے رکھتا تھا۔ اور معقولیت سے کہاں تک سوال کرتے تھے۔ تاہم شیخ عبد الرحمن صاحب مصری نے انہیں مخاطب کر کے کہا کہ اب تو نماز کے لئے جلسہ برخاست ہو گیا ہے۔ نماز کے بعد جب جلسہ شروع ہو گا۔ اس وقت ابن جریر لیتے آنا۔ میں وہ حوالہ نکال کر دکھاؤں گا۔ لیکن دوسرے اجلاس میں کسی کو جرأت نہ ہوئی۔ کہ ابن جریر کا حوالہ پوچھتا ٭

اس کے بعد جلسہ نماز مغرب اور عشاء کے لئے برخاست ہوا۔ اور احمدی احباب نے ایک وسیع میدان میں جو پاس ہی تھا نماز ادا کی۔ اور پھر آکر جلسہ شروع کر دیا۔ اس وقت پریذیڈنٹ جناب ذو الفقار علی صاحب رامپوری منتخب کئے گئے قاسم علی صاحب رامپوری نے حضرت مسیح موعود کی نظم "اے خدا اے کارساز و عیب پوش و کردگار" پڑھی اور جناب حافظ روشن علی صاحب نے تلاوت قرآن فرمائی ٭

چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کا لیکچر انگریزی میں

اس کے بعد جناب چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب نے اپنا لکچر انگریزی میں "الہامی مذہب کی ضرورت اور اس کا اثر انسانی اعمال پر" دینا شروع کیا۔ اور نہایت فصاحت و بلاغت اور موزون اشارات سے بتایا۔ کہ سوائے الہامی کتاب کے انسان کے اعمال کی پوری پوری اصلاح ہو ہی نہیں سکتی۔ اور دنیا کا کوئی قانون انسان کے ہر ایک فعل پر حاوی نہیں ہو سکتا۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی کو قتل کر دے۔ اور پیشتر اس کے کہ گورنمنٹ اسکو گرفتار کرے۔ وہ خودکشی کر کے مر جائے۔ تو دنیاوی گورنمنٹ اس کو کوئی سزا نہیں دے سکتی۔ کیونکہ اس وقت سزا دینا اس کی طاقت اور قدرت سے باہر ہے۔ ان گورنمنٹوں کے قوانین کا اثر صرف انسانی اعضاء پر ہوتا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ ہر ایک انسانی طاقت پر قبضہ رکھتا ہے۔ اسی بات کو خدا تعالیٰ کی الہامی کتاب قرآن شریف نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنہ مسئولا۔ کہ ضرور کانوں اور آنکھوں اور دلوں سے بھی پوچھا جائیگا۔ کہ تم کیا کیا فعل کرتے رہے ہو۔ پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ربکم اعلم بما فی نفوسکم تمہارا رب ان باتوں کو بھی جانتا ہے جو تم اپنے دلوں میں پوشیدہ رکھتے ہو۔ پس ایک الہامی کتاب ہی انسان کی ایسی طاقتوں پر قبضہ رکھ سکتی ہے۔ اور انسان کو آگاہ کر سکتی ہے۔ کہ ایک ایسی ہستی ہے۔ جو انسان کے ہر ایک فعل۔ قول۔ خواہش آرزو اور راز سے پوری پوری واقف ہے ٭

چوہدری صاحب موصوف نے اس موضوع پر قرآن شریف کی آیات سے بہت عمدہ روشنی ڈالی۔ اور پھر بتایا۔ کہ مذہب کے معنے ایک ایسے راستہ کے ہیں۔ جو انسان کو سیدھا خدا تعالیٰ تک پہنچا دے۔ آپ لوگ خیال کریں۔ کہ تم ایک راستہ پر چلے جا رہے ہو۔ اور کچھ دور جا کر اس کی دو شاخیں ہو جائیں۔ تو کیا تم اس بات کا خود بخود فیصلہ کر سکو گے۔ کہ اب ہمیں کس راستہ پر جانا چاہیئے۔ تاکہ سیدھے منزل مقصود پر پہنچ جائیں۔ ہرگز نہیں۔ اس وقت تمہیں ایک ایسے راہنما کی ضرورت ہوگی۔ جو تمہیں سیدھا راستہ بتلائے۔ یہی حال مذہب کا ہے۔ اس راستہ پر چلنے والوں کے لئے جب تک کوئی راہنما اور گائیڈ نہ ہو۔ اس وقت تک ان کا اپنی منزل مقصود پر پہنچنا ناممکن ہے۔ اور وہ گائیڈ صرف الہامی کتاب ہو سکتی ہے۔ اور اب وہ قرآن کریم ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ وہ لوگ جو ہمارے راستہ پر چلنے کی سعی اور کوشش کرتے ہیں۔ ان کو ہم خود اس راستہ پر چلاتے ہیں۔ جو ہم تک پہنچتا ہے۔ اس سے پتہ لگتا ہے۔ کہ انسان کے اعمال کے لئے الہامی کتاب کی بہت ضرورت ہے ٭

چوہدری صاحب نے اپنے اس مضمون کو اس خوبی اور عمدگی سے پورا کیا۔ کہ سامعین حیران اور ششدر نظر آتے تھے۔ اور نہایت توجہ اور شوق سے سن رہے تھے۔ لکچر کے خاتمہ پر سوال کرنے کی اجازت دی گئی۔ ایک صاحب نے اٹھ کر پہلے چوہدری صاحب کی قابلیت کی تعریف کی۔ اور کہا۔ کہ مجھے قابل لکچرار کے لکچر پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں مسلمان ہوں۔ اس لئے جو کچھ انھوں نے بیان کیا ہے۔ اس کو ماننا میرے لئے ضروری ہے۔ لیکن میں اپنی تسلی کے لئے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں ٭ اس نے سوال پیش کیا۔ جسکا چوہدری صاحب نے تسلی بخش جواب دیدیا ٭

میر قاسم علی صاحب کی بقیہ تقریر

اس کے بعد جناب پریذیڈنٹ صاحب جلسہ کے اختتام کے متعلق اعلان کرنے کے لئے اٹھے۔ تو لوگوں نے کہا کہ وفات مسیح کا لکچر جو باقی رہ گیا تھا۔ اسے اسی وقت بیان کیا جائے۔ اس لئے میر قاسم علی صاحب نے دوبارہ اپنی تقریر شروع فرمائی۔ کہ وہ لوگ جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ ایک شخص جس کو ۱۹۱۶ سال سے بھی زیادہ عرصہ گذر گیا ہے۔ ابھی تک زندہ ہے۔ اور اسی بشری جسم سے زندہ ہے جو اسے پیدا ہونے کے وقت ملا تھا۔ ان کو خیال کرنا چاہیئے۔ کہ اس بات کو دوسرے کے سامنے پیش کرنے کے لئے انہیں کسقدر دلائل اور ثبوت دینے کی ضرورت ہے۔ لیکن اس کے متعلق پورا ثبوت تو دیا نہیں جاتا۔ اور کہا جاتا ہے۔ کہ تم بھی اس بے ثبوت بات کو مان لو۔ ہم احمدیوں کا یہ کام نہیں ہے۔ کہ ہم حضرت مسیح کی وفات کے دلائل لوگوں کے سامنے پیش کریں۔ بلکہ دلائل دینا ان لوگوں کا کام ہے جو یہ انوکھی اور دنیا سے بالکل نرالی بات پیش کرتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح باوجود انسان ہونے اور تمام انسانی لوازمات رکھنے کے ابھی تک زندہ موجود ہے۔ تاہم ہمدردی اور خیر خواہی کے طور پر ہم ہی ان کی وفات کے متعلق بتاتے ہیں۔ چونکہ وقت بہت تھوڑا ہے۔ اس لئے مختصراً بیان کیا جائے گا ٭

اعتراضات کے جواب

اس کے متعلق جناب میر صاحب نے آیات قرآنی سے حضرت مسیح کی وفات کو ثابت کیا۔ اور لیکچر کے خاتمہ پر اعلان کیا گیا۔ کہ اگر کسی کو اعتراض کرنا ہو۔ تو کرے ٭

اعتراض نمبر ۱

اس پر ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا

کہ اگر تم لوگوں کے نزدیک حضرت عیسیٰ کا آسمان پر زندہ جانا اور وہاں زندہ رہنا عقل کے خلاف ہے۔ تو ان کا بغیر باپ کے پیدا ہونا بھی تو ایسا ہی ہے۔ کیا تم اس بات کو بھی نہیں مانتے۔

ع۲۔ اگر کسی پر ہمیں اعتبار ہو۔ کہ وہ جھوٹ نہیں بولتا تو خواہ وہ کوئی ایسی بات کہے۔ جو عقل کے بالکل خلاف ہو۔ اس کی بھی ہم مان لیں گے۔

ع۳۔ توفیتنی کے یہ معنے نہیں۔ کہ تو نے مجھے وفات دیدی بلکہ اس کا مادہ وفا کا ہے۔ اس لئے اس کے معنے وعدہ پورا کرنا ہیں۔ اس آیت کے یہ معنے ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰ نے خدا کے حضور کہا۔ کہ جب تو نے میرے عہد نبوت کو پورا کر دیا۔ اور مجھے آسمان پر اٹھا لیا۔ تو اس کے بعد تو ہی ان کا حافظ تھا۔ حضرت مسیح کے آسمان پر اٹھائے جانے کے وقت ان کی نبوت ختم ہو گئی تھی۔ اب جبکہ وہ دوبارہ زمین پر اتریں گے۔ تو نبی نہیں ہوں گے۔

ع۴۔ اگر کوئی شخص آسمان پر نہیں جا سکتا۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو معراج کس طرح ہوا۔

ان اعتراضات کے جواب جناب سید محمد اسحٰق صاحب نے یہ دیئے۔

۱۔ مولوی صاحب نے کہا ہے۔ کہ حضرت مسیح بے باپ تھا جس طرح یہ بات عقل کے خلاف ہوتے ہوئے قابل تسلیم ہے۔ اسی طرح آسمان پر اٹھایا جانا بھی عقل کے خلاف ہونے سے مان لینا چاہیئے۔ لیکن وہ نہیں جانتے۔ کہ حضرت عیسیٰ کے بے باپ ہونے کے متعلق تو خدا تعالےٰ نے خود جواب دیدیا ہے۔ کہ ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم۔ عیسیٰ کی مثال آدم کی سی ہے۔ پس بے باپ ہونے کا تو جواب آگیا۔ باقی رہا آسمان پر جانا اس کے متعلق کوئی دلیل نہیں بیان کی جاتی۔ اس لئے ہمارا مطالبہ اب بھی قائم ہے۔

دوسرا سوال بھی ناسمجھی سے کیا گیا ہے۔ میر صاحب نے یہ نہیں کہا۔ کہ کس کی بات ماننی چاہیئے۔ اور کس کی نہیں۔ بلکہ یہ کہا ہے کہ وفات مسیح کے دلائل ہمیں نہیں دینا چاہیئے۔ بلکہ دلائل ان لوگوں کو دینا چاہیئے۔ جو زندہ مانتے ہیں۔

۳۔ توفیتنی کے معنے جو عہد نبوت کو پورا کر دیا کئے گئے ہیں۔ بالکل غلط ہیں۔ لغت کی کسی چھوٹی سے چھوٹی کتاب کا نام بتلایا جائے۔ جس میں یہ معنے لکھے ہوں۔

۴۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ مولوی صاحب دعویٰ اور دلیل میں فرق کرنا بھی نہیں جانتے۔ اس لئے ایک بات کی تائید میں دوسری بات پیش کر دی ہے۔ ہم تو معراج اس طریق کا نہیں مانتے۔ جو تمہارے خیال میں ہے یعنی جسم کے ساتھ۔ اور ایسا ماننا قرآن کریم کے خلاف ہے۔ کیونکہ قرآن کریم معراج کو ایک رویا قرار دیتا ہے۔ حضرت عائشہؓ معراج کے متعلق بیان فرماتی ہوئی کہتی ہیں۔ ثم استیقظ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جاگ اٹھے۔ یعنی آپ رویا دیکھ رہے تھے۔ حضرت معاویہ اور دیگر کئی ایک صحابہ کا بھی یہی مذہب تھا۔ کہ معراج جسم کے ساتھ نہیں ہوا۔ پھر یہ ایک ہنسی کی بات بن جاتی ہے۔ کیونکہ کفار نے جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کہا۔ کہ آسمان پر چڑھ جاؤ۔ تو آپ نے انہیں جواب دیا۔ کہ کوئی انسان نہیں چڑھ سکتا۔ لیکن ایک دن صبح کو اٹھ کر کہہ دیا۔ کہ میں آج رات آسمان پر چڑھا تھا۔

ایک اور معترض نے کہا۔ کہ تم لوگ جو کہتے ہو۔ کہ حضرت عیسیٰ پیدا ہو گئے۔ یہ تو بتاؤ۔ کہ انھوں نے آکر دنیا میں کام کیا کیا؟ ہم تو کہتے ہیں۔ کہ ابھی پیدا نہیں ہوئے۔ اس کے متعلق کہا گیا۔ کہ شکر ہے کہ تمہیں جناب میر صاحب کے لکچر سے اتنا تو معلوم ہو گیا۔ کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر زندہ موجود نہیں ہیں اور نہ ہی وہ اتریں گے۔ بلکہ اسی دنیا میں پیدا ہوں گے۔ باقی رہا یہ کہ جن کو ہم عیسیٰ کہتے ہیں۔ انھوں نے آکر کیا کام کیا۔ یہ چونکہ مسئلہ وفات مسیح سے غیر متعلق سوال ہے۔ نیز اسی موضوع پر ایک لکچر بھی ہوگا۔ اس لئے اس وقت نہیں بتایا جاتا۔

اس کے بعد مولوی حشمت اللہ صاحب نے پانچ منٹ کی اجازت لیکر اعتراض کرنے شروع کئے۔ لیکن پانچ منٹ گذر گئے۔ اور انھوں نے بجائے کوئی اعتراض کرنے کے ایک طول طویل تقریر شروع کر دی جس پر انہیں روکا گیا۔ اور یاد دلایا گیا۔ کہ آپ نے پانچ منٹ بولنے کے لئے لئے تھے اس سے زیادہ وقت تک آپ کو بولنے کی اجازت نہیں ہے مگر انھوں نے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا۔ کہ دیکھئے مجھے بولنے کے لئے وقت نہیں دیا جاتا۔ حالانکہ خود ہی انھوں نے پانچ منٹ مانگے تھے جو دیئے گئے۔ جب وہ باوجود کئی بار روکنے سے نہ رکے اور لوگوں نے بھی ان کے ساتھ ملکر شور ڈالنا شروع کر دیا۔ تو ایک پولیس آفیسر نے ان کو خاموش ہونے کے لئے مجبور کیا۔ اور کہا کہ تمہیں یہاں شور ڈالنے کی اجازت نہیں ہے۔ اگر تمہیں مباحثہ کا شوق ہے۔ تو خود جا کر انتظام کرو۔

مولوی حشمت علی صاحب نے جو لمبی تقریر شروع کی تھی اس میں یہ اعتراض بیان کیا تھا۔ کہ خدا تعالےٰ حضرت عیسیٰ کی نسبت فرماتا ہے۔ وجیہ فی الدنیا والاخرۃ۔ کہ وہ دنیا اور آخرت میں وجیہ ہوگا۔ لیکن تم لوگ کہتے ہو۔ کہ یہودیوں نے انہیں صلیب پر لٹکا دیا تھا۔ کیا اس طرح ان کی وجاہت باقی رہی تھی؟

اسکا جواب یہ دیا گیا تھا۔ کہ طائف کے لوگوں نے جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو پتھر مارے اور آپ لہولہان ہو گئے۔ یا جب آپکے دندان مبارک شہید ہوئے۔ تو کیا اس سے آپ کی وجاہت میں کوئی فرق آگیا تھا۔ پھر حضرت یوسفؑ ۱۲ سال قید خانہ میں رہے کیا یہ ان کی وجاہت میں رخنہ پڑ گیا۔ ہرگز نہیں۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ کو سولی پر چڑھایا جانا ان کی وجاہت کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتا۔ بلکہ اس طرح ان کی وجاہت اور زیادہ بڑھ گئی۔ کیونکہ ان کے مخالفین اپنی انتہائی کوششوں سے بھی ان کے ہلاک کرنے میں کامیاب ہوئے۔

ان اعتراضات کے جواب دینے کے بعد پریزیڈنٹ صاحب نے کہا۔ کہ ہم نے محض اخوت اور ہمدردی سے قرآن کریم کی آیات کے صحیح معنے آپ لوگوں کو سنائے ہیں۔ اور جو اعتراضات آپ لوگوں نے کئے ہیں۔ ان کے جواب بھی دیئے ہیں۔ آپ لوگوں کو چاہیئے کہ ان باتوں پر غور و فکر کریں۔ اور صحیح نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کریں۔

جلسہ کا تیسرا دن
۵۔ مارچ ۱۹۱۶ء

یہ آیتوار کا دن تھا۔ اس لئے اس خیال اور توقع پر کہ اس دن تمام سرکاری ملازمین کو چھٹی ہوتی ہے۔ اس لئے وہ جس وقت چاہیں جلسہ میں شامل ہو سکتے ہیں۔ جلسہ کا افتتاح ۱۰ بجے پر رکھا گیا۔ لیکن افسوس کہ بہت کم لوگوں نے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ اور شائد یہ لوگ اپنی طرز کے مطابق معذور بھی ہوں کیونکہ دن کے وقت یہاں کے لوگ کسی لکچر وغیرہ میں شریک نہیں ہوتے۔ اس کے علاوہ لوگوں کے کم آنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی۔ کہ غیر احمدی مولویوں نے اپنا الگ جلسہ شروع کر دیا تھا۔ اور لوگوں کو ہماری طرف آنے سے روک روک کر وہاں کھڑا کیا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ اس وقت جبکہ ابھی ہمارا جلسہ شروع نہیں ہوا تھا ان لوگوں کو

جو ہمارے لیکچر سننے کے لئے پہلے ہی ہال میں آ بیٹھے تھے۔ اٹھا کر لے گئے۔ تیسری وجہ میں یہ بھی بیان کئے دیتا ہوں۔ کہ جلسہ کا وقت ۸ بجے مقرر تھا۔ لیکن بعض اسباب کی وجہ سے مقررہ وقت پر جلسہ شروع نہ ہو سکا۔ اور ساڑھے دس بجے یعنے آدھ گھنٹہ لیٹ جلسہ شروع ہوا۔ چہارم پروگرام میں پہلا لیکچر انگریزی درج تھا اس لئے بھی عوام جو انگریزی نہیں جانتے نہ آئے۔ ان سب باتوں نے مل ملا کر ابتدا میں سامعین کی تعداد کو بہت کم کر دیا۔ لیکن دوسرے اور خاص کر تیسرے اجلاس میں کافی تعداد میں لوگ شامل ہوئے۔

حافظ روشن علی صاحب کی تقریر

اس دن پہلے اجلاس کے پریزیڈنٹ جناب چوہدری ظفر اللہ خان صاحب ہوئے۔ اور جناب حافظ روشن علی صاحب نے اپنا مضمون "ختم نبوت" شروع کیا۔ اور فرمایا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے متعلق عوام کا یہ خیال ہے۔ کہ آپ نعوذ باللہ اس فیض میں جو خدا تعالےٰ کی طرف سے اس طرح جاری تھا۔ کہ انبیاءؑ کو بھیجتا تھا۔ روک ہو گئے ہیں۔ لیکن یہ اعتقاد رکھنے سے آپ کی شان اور عظمت پر بہت بڑا حملہ ہوتا ہے۔ آپکے سب نبیوں کے اخیر پر آنے سے آپ کی کوئی فضیلت نہیں ثابت ہوتی۔ کیونکہ آخری ہونا کسی کے لئے وجہ فضیلت نہیں ہو سکتا۔ دیکھو سلطنتوں کے جو آخری بادشاہ ہوتے ہیں۔ کیا ان کی شان و شوکت پہلوں سے بڑھ کر ہوتی ہے ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ تو بہت ادنیٰ درجہ پر خیال کئے جاتے ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ ان پر سلطنت کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

ختم نبوت کی حقیقت یہ ہے کہ جسطرح سورج ایک روشن چیز ہے۔ اس کے علاوہ اور جتنی چیزیں روشن ہیں۔ وہ اس سے نور حاصل کرتی ہیں۔ اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ نبوت کا نور ہیں۔ اس لئے آپکے پہلے اور بعد جتنے بھی نبی ہوئے۔ ان سب میں آپ ہی کا نور ہے۔ جسطرح دنیا کی ہر ایک روشنی کا انتہا سورج ہے۔ اسی طرح وہ روحانی روشنی جو انبیاء کے ذریعہ نازل ہوتی ہے۔ اس کا انتہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس کا ثبوت میں قرآن شریف سے دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے* ۔ دنیا کی تمام کوششوں کا انتہائی مدعا اور مقصد یہ ہوا کرتا ہے۔ کہ اپنے محبوب کو حاصل کیا جائے۔ اسی طرح خدا تعالےٰ کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کا انتہائی درجہ یہ ہے۔ کہ انسان خدا کا محبوب ہو جائے۔ اس سے بڑھ کر اور کوئی درجہ نہیں ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جب دنیا میں خدا نے بھیجا تو کہہ دیا۔ کہ لوگوں کو کہو۔ کہ آؤ میں تمہیں اللہ سے محبت اور پیار اور وصال کا راستہ بتاؤں۔ اور وہ یہ کہ تم میری پیروی کرو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ خدا تعالےٰ تمہارا طالب ہو جائیگا۔ گو تم طالب تھے۔ مگر اس طرح مطلوب بن جاؤ گے۔ پھر خدا تعالیٰ نے آپ کا نام سراجاً منیرا رکھا۔ سراج منیر اس چراغ کو کہتے ہیں۔ جو دوسرے چراغوں کو بھی روشن کرنے والا ہو۔ تو خدا تعالےٰ نے آپ کا یہ نام اس لئے رکھا۔ کہ آپ کے نور کے ذریعہ انبیاء روشن ہوئے۔ یہ آنحضرت صلعم کی شان ہے۔

*قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ

پس وہ لوگ جو خاتم النبیین کے یہ معنے کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد فیض نبوت بند ہو گیا ہے۔ غلطی کرتے ہیں۔ انھوں نے اس آیت کے معنے ہی نہیں سمجھے۔ اس کے صحیح معنے یہ ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرماتا ہے۔ کہ محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ لیکن اللہ کے رسولؐ اور نبیوں کے خاتم ہیں۔ اس آیت کے سیاق و سباق کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ مسلمانوں کو کسی بڑے اجر کی طرف لے جانا چاہتا ہے۔ اور اس کا ذریعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قرار دیتا ہے۔ پہلے خدا نے فرمایا۔ کہ محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے کوئی ایسا سوال پیدا ہوتا ہے۔ جس کا جواب خدا تعالیٰ نے یہ دیا ہے۔ کہ ہاں وہ رسولؐ اور نبیوں کا خاتم ہے۔ چنانچہ لاکن کا لفظ بتا رہا ہے۔ کہ کسی شبہ کو دور کرنے کے لئے یہ فرمایا گیا ہے اور وہ شبہ یہ تھا۔ کہ آنحضرت صلعم کو خدا تعالےٰ نے سورہ کوثر میں فرمایا تھا۔ کہ ہم نے تجھے کوثر دیا ہے۔ (کوثر کے معنے حوض کوثر بھی ہیں اور کثرت بھی) اور جو کوئی تیرا دشمن ہوگا۔ وہی مقطوع النسل ہوگا۔ پھر خدا تعالےٰ نے امہات المومنین کو تمام مسلمانوں کی مائیں قرار دیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کا باپ قرار دیا تھا۔ خاتم النبیین والی آیت میں چونکہ اس بات کی نفی کی گئی تھی۔ کہ محمدؐ کسی کا باپ نہیں ہے۔ اس لئے شبہ پڑ سکتا تھا۔ کہ ایک جگہ تو آپکا کہا گیا ہے کہ تمہاری نسل بہت کثرت سے ہوگی۔ اور تمہارے دشمن کی نسل منقطع کی جائیگی۔ دوسری جگہ آپ کو تمام مومنوں کا باپ قرار دیا گیا ہے لیکن یہاں کہا جاتا ہے۔ کہ یہ کسی کے باپ ہی نہیں ہیں۔ اس شبہ کو دور کرنے کے لئے خدا تعالےٰ نے فرمایا۔ کہ یہاں جس باپ کی نفی کی گئی ہے وہ جسمانی باپ ہے۔ یہ ہمارا رسولؐ روحانی باپ ہے اور اس قسم کی ابوت آپ میں نبی ہونے کے لحاظ سے ضرور پائی جاتی ہے۔

اس کے بعد حافظ صاحب نے خاتم النبیین کے معنے نہایت وضاحت سے سمجھائے۔ اور ان نقصوں کو واضح کیا۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر نبوت کا خاتمہ کر دینے سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور بتایا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خدا کے حکم سے فرمایا ہے کہ جو کوئی میری پیروی کرے گا۔ اور میرے نقش قدم پر چلیگا۔ وہ خدا کا محبوب ہو جائیگا۔ جس کامل طور پر آپ کی پیروی کرنے والا ہوگا۔ وہ آپکے فیض سے ضرور حصہ پائیگا۔ نبوت کا فیض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے بند نہیں ہو گیا۔ بلکہ اسی طرح جاری ہے۔ ہاں یہ فیض اسی کو حاصل ہو سکیگا۔ جو آپکے وسیلہ سے اس کو حاصل کرے گا۔ اسی لئے اس مسیح کو جس کے آنے کے متعلق حدیثوں میں پیشگوئیاں ہیں۔ نبی کہا گیا ہے۔ چنانچہ اس زمانہ میں وہ نبی آیا۔ اور ہم نے اپنی آنکھوں سے اس کو اور اس کی صداقت کے نشانات کو دیکھا۔

شیخ عبدالخالق صاحب کی تقریر

حافظ صاحب کے لیکچر کے بعد چونکہ کچھ وقت بچ رہا تھا۔ اس لئے شیخ عبدالخالق صاحب نو مسلم کو کھڑا کیا گیا شیخ صاحب نے عصمت انبیاء کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کے طرز استدلال کو پیش کر کے کہا کہ آپ سے پہلے کسی مسلمان کو تمام انبیاء پر سے اسطرح اعتراضات اٹھانے کی طاقت نہیں ملی یہ صرف حضرت مسیح موعودؑ کو ہی حاصل ہوئی ہے۔ اور اگر کوئی سوچے۔ تو یہی ایک بات آپ کی صداقت کا بہت بڑا ثبوت ہے۔

دوسرا اجلاس

اس کے بعد پہلا اجلاس ختم ہوا۔ اور دوسرا اجلاس بعد از نماز عصر شروع ہوا۔ اس کے پریزیڈنٹ جناب حامد حسین خان صاحب میرٹھی قرار پائے۔

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کا مضمون

تلاوت قرآن کے بعد جناب سید محمد اسحٰق صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کا مضمون "اسلام اور دیگر مذاہب" پڑھ کر سنایا۔ جسکا سامعین پر خاص اثر ہوا۔ یہ مضمون چونکہ عنقریب شائع ہو جائیگا۔ اس لئے اس کے متعلق لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں اتنا بتائے دیتا ہوں۔ کہ وہ لوگ جنہوں نے حضرت مسیح موعود کا مضمون جلسہ مہوتسو میں سنا تھا۔ یہ مضمون سنکر ان کی آنکھوں کے سامنے حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ کا نقشہ پھر گیا۔ اس مضمون کے دو حصے ہیں پہلا حصہ تعلق باللہ ہے۔ دوسرا حصہ شفقت علے خلق اللہ۔ پہلے حصہ میں خدا تعالےٰ کی شان اسلام کے رو سے بتا کر واضح کیا گیا ہے کہ انسان کو خدا تعالےٰ سے کیوں اور کسطرح تعلق رکھنا چاہیئے۔ اور خدا تعالےٰ کی اصل شان وہی ہے۔ جو اسلام قرار دیتا ہے۔ دوسرے مذاہب نے اس بات میں ٹھوکر کھائی ہے۔ دوسرے حصہ میں انسان کا اول اپنے نفس سے سلوک دوم دیگر انسانوں سے سلوک سوم حیوانوں سے سلوک کرنے کے متعلق اسلام کی تعلیم پیش کی گئی ہے۔ اور دیگر مذاہب کی تعلیموں کو پیش کرکے ان پر اسلام کی فضیلت اور برتری ثابت کی گئی ہے۔ والدین سے اولاد سے لڑکیوں کے متعلق۔ بیوی کے متعلق۔ دیگر رشتہ داروں کے متعلق ہمسایہ سے۔ بڑوں کا چھوٹوں سے۔ اور چھوٹوں کا بڑوں سے سلوک کے متعلق۔ مہمان۔ دشمن۔ مذہبی عداوت۔ عام بنی نوع انسان سے سلوک۔ جانوروں سے سلوک۔ غرضیکہ ہر ایک پہلو پر اسلام کی تعلیم کو پیش کرکے بتایا گیا۔ کہ ایسی جامع اور مکمل تعلیم اور کسی مذہب میں نہیں ہے۔ اگر ہے تو پیش کرے ؛

اس مضمون کا ایک حصہ تو سید محمد اسحٰق صاحب نے پڑھا۔ دوسرا حصہ شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری نے اور کچھ حصہ شیخ یعقوب علی صاحب نے اسی دن کے تیسرے اجلاس میں پڑھ کر سنایا ؛ تیسرے اجلاس کی ابتداء میں شیخ یعقوب علی صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح کا بقیہ مضمون پڑھ کر سنایا ؛

میر قاسم علی صاحب کا لیکچر تناسخ پر

اور اس کے بعد میر قاسم علی صاحب نے اپنا لیکچر تناسخ پر شروع کیا۔ اور بتایا کہ تناسخ کے ماننے والوں کے نزدیک سب سے پختہ اور مضبوط دلیل یہ ہے کہ دنیا میں ایک لڑکا امیر کے گھر پیدا ہوتا ہے۔ ایک غریب کے۔ ایک اندھا پیدا ہوتا ہے۔ ایک آنکھوں والا۔ یہ فرق کیوں ہے۔ اس سے پتہ لگتا ہے۔ کہ ان کے کوئی اعمال ہیں۔ جن کی وجہ سے ان میں یہ فرق رکھا گیا ہے۔ لیکن اگر ہم فرض کر لیں۔ کہ انسان جو اعمال کرتا ہے۔ ان کی سزا اسے اسی دنیا میں کسی جون میں ڈال کر دی جاتی ہے۔ یعنی کوئی کانا۔ اندھا۔ بندر۔ سور۔ کتا بنا دیا جاتا ہے تو ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ اس عقیدہ کے ماننے سے کیا فائدہ ہوتا ہے۔ اور اگر نہ مانیں تو کیا نقصان لیکن کوئی نہیں بتا سکتا۔ کہ کوئی فائدہ ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے ہم کہتے ہیں۔ کہ اس عقیدہ کے نہ ماننے سے نقصان کچھ نہیں ہوتا۔ اگر واقعہ میں یہ بات درست ہے۔ تو پھر بھی ہمیں کوئی نقصان نہیں۔ کیونکہ ہمیں کچھ احساس ہی نہیں ہے۔ کہ ہم کیا سے کیا بنا دیئے گئے ہیں۔ اور اگر یہ غلط ہے تو ان لوگوں کو جو اس کو مانتے ہیں۔ بہت نقصان اٹھانا پڑے گا۔ جب وہ خدا تعالےٰ کے حضور جزا و سزا کے لئے کھڑے کئے جائیں گے۔ تو کوئی جواب نہ دے سکیں گے ؛

اب میں تناسخ کے ماننے والوں کی اس دلیل کو بتاتا ہوں۔ کہ کسقدر وزنی ہے۔ اگر یہ مان لیا جاوے۔ کہ انسانی اختلافات اعمال کی وجہ سے ہیں۔ تو پھر مجھے بتایا جائے۔ کہ پتھروں اور بے جان چیزوں میں جو اختلاف ہے۔ مثلاً ایک ہیرا ہے۔ جو بہت قیمتی ہے۔ اور صندوق میں بند کرکے رکھا جاتا ہے۔ یا بادشاہوں کے تاجوں میں جڑا جاتا ہے۔ اور وہ پتھر بھی ہے۔ جس سے پاخانہ کا قدمچہ بنایا جاتا ہے۔ یا گلیوں میں ٹھوکر کے طور پر گڑا ہوتا ہے کیا ان میں جو یہ اختلاف ہے۔ یہ ان کے اعمال کا نتیجہ ہے۔ پھر نباتات میں بہت بڑا اختلاف ہے۔ کیا یہ بھی ان کے اعمال کا نتیجہ ہے۔ پھر ہم دیکھتے ہیں۔ کہ تناسخ کا عقیدہ دنیا کے لئے کسقدر مضر ہے۔ دنیا کو کھانے اور پینے کی چیزوں وغیرہ کی ضرورت ہے۔ اور وہ چیزیں اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتیں۔ جب تک کہ کچھ انسان اس قسم کے گناہ نہ کریں۔ جن کی سزا میں انہیں ان چیزوں کی جون میں ڈالا جائے۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہوئی۔ کہ انسان گناہ کریں۔ گویا دنیا کے قائم رہنے کے لئے گناہ کی سخت ضرورت ہے۔ اور نیکی کرنا کچھ فائدہ نہیں دے سکتا ؛

اسی قسم کی عقلی دلائل سے نہایت واضح طور پر جناب میر صاحب نے بتایا۔ کہ تناسخ کے ماننے سے لازمی طور پر یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ دنیا میں لوگوں کو گناہ کرنے کی سخت ضرورت ہے اور یہ کسی مذہب میں ایک ایسا نقص ہے۔ جو اس کی صداقت کو بالکل نابود کر دیتا ہے ؛

مفتی صاحب کا لیکچر نمبر ۱

میر صاحب نے کسی اور موقعہ پر بیان کرنے کے وعدہ پر اپنا لیکچر ختم کیا۔ اور ان کے بعد جناب مفتی محمد صادق صاحب جو اسی وقت پہنچے تھے۔ اسلام اور عیسائیت کے متعلق لکچر دینے کے لئے کھڑے ہوئے۔ انھوں نے انجیل اور قرآن کریم کا مقابلہ کرکے بتایا۔ کہ ہم انجیل کو خدا تعالےٰ کا کلام مانتے ہیں۔ لیکن وہ زمانہ جس کے لئے یہ نازل ہوئی تھی وہ ختم ہو گیا ہے۔ اب اس کی تعلیم دنیا کے لئے کارآمد نہیں ہے۔ جس کا ثبوت یہ ہے۔ کہ وہ محفوظ نہیں رہی۔ اب قرآن کریم ہی ایک ایسی کتاب ہے۔ جو دنیا کے لئے قابل عمل ہے۔ اور جس کی خدا تعالےٰ نے اس وقت تک پوری پوری حفاظت کی ہے۔ اور ہمیشہ کے لئے اس کی حفاظت کا ذمہ اٹھایا ہے۔ چنانچہ اس کے لئے ایسے سامان مہیا کر دیئے ہیں۔ کہ جن کی وجہ سے وہ کبھی غیر محفوظ نہیں ہو سکتی۔ لیکن بائیبل کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ نہ تو اس کی حفاظت کے سامان ہیں اور نہ ہی وہ محفوظ رہی ہے۔ اول تو انجیل کے بہت سے نسخے ہیں جن میں ایک دوسرے سے بالکل متضاد باتیں درج ہیں۔ اور کئی ایک فرقوں کی الگ الگ بائیبلیں ہیں۔ پھر جو انجیلیں پیش کی جاتی ہیں۔ وہ متی مرقس۔ لوقا۔ اور یوحنا کی کہی جاتی ہیں۔ مسیح کی تو انجیل ہے ہی نہیں۔ اور انھوں نے مسیح کی زندگی میں ان باتوں کو نہیں لکھا۔ بلکہ بعد میں لکھا ہے۔ پھر انجیل اصلی زبان (عبرانی) میں ہرگز مل ہی نہیں سکتی۔ لیکن تمام دنیا پر ایک ہی قرآن ہے۔ اور اصلی زبان میں موجود ہے۔ جو اس کے محفوظ ہونے کا بہت بڑا ثبوت ہے۔ جناب مفتی صاحب نے قرآن شریف کے محفوظ ہونے اور بائبل کے غیر محفوظ ہونے کو نہایت مدلل طور پر پیش کیا۔ اور اس کے بعد جلسہ کا خاتمہ ہوا ؛

چوتھے دن کی کارروائی
۶ - مارچ ۱۹۱۶ء

چوتھے دن تلاوت قرآن کریم اور نظم حضرت مسیح موعودؑ کے پڑھے جانے کے بعد ساڑھے چار بجے جلسہ شروع ہوا۔ سید محمد اسحٰق صاحب پریزیڈنٹ منتخب ہوئے سامعین کی درخواست پر جناب میر قاسم علی صاحب نے مسئلہ تناسخ پر اپنی بقیہ تقریر شروع کی۔ اور بتایا۔ کہ اگر ہر ایک چیز تناسخ کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ تو بتایا جائے۔ کہ زمین - آسمان - چاند - سورج

ہوا۔ پانی کسطرح پیدا ہو گئے۔ کیا انھوں نے بھی کوئی ایسے اعمال کئے تھے۔ کہ پہلے کچھ اور تھے۔ لیکن بعد میں یہ کچھ بن گئے۔ کوئی تناسخ کے ماننے والا اس بات کا اقرار نہیں کرتا۔ پھر انسان کو اگر کسی اچھے اعمال کی وجہ سے انعام اور بُرے اعمال کی وجہ سے سزا دی جاتی ہے۔ تو اس کا یہ مقصد ہوتا ہے۔ کہ انعام کا دیا جانا دوسروں کے لئے اچھے اعمال کرنے کے لئے ترغیب کا باعث ہو۔ اور سزا بُرے اعمال کرنے والوں کے لئے عبرت کا موجب۔ مگر تناسخ کے رُو سے جو سزا وجزا دی جاتی ہے۔ اس کا کسی اور کو تنبہ ہونا تو الگ رہا۔ خود اس شخص کو بھی جس پر سزا یا جزا وارد ہوتی ہے۔ معلوم نہیں ہوتا۔ کہ مجھے کن نیک اعمال کی وجہ سے یہ انعام ملا ہے۔ یا کن بُرے کاموں کی وجہ سے سزا۔ اس لئے نہ تو وہ خود اپنے آپ کو پہلی قسم کے گناہوں سے بچا سکتا ہے۔ اور نہ دوسرے اس کا نمونہ دیکھ کر عبرت حاصل کر سکتے ہیں۔ اس لئے معلوم ہُوا۔ کہ تناسخ کے ذریعہ سزا دینا ایک فضول امر ہے ؀

سوم کیا جس وقت ابتداء میں روح انسانی جسم میں ڈالی گئی تھی۔ تو اسی وقت ان میں سے کچھ روحوں نے کچھ ایسے اعمال کر دیئے تھے۔ کہ ان میں سے کچھ تو مرد بن گئے اور کچھ عورتیں۔ اگر نہیں تو بتلایا جاوے۔ کہ یہ مرد و عورت کا اختلاف کس طرح ابتداء میں واقعہ ہُوا ؀

چہارم۔ تناسخ کے ماننے والوں کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ تمام روحیں ایک محدود تعداد میں ہیں۔ اب کوئی اور روح خدا پیدا نہیں کر سکتا۔ اس پر یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے۔ کہ اگر تمام لوگ نیک اعمال کرنے لگ جائیں۔ تو ضروری ہے کہ تمام روحیں جسموں سے نکل کر مکتی خانہ میں داخل ہو جائیں گی۔ اور پھر دنیا بالکل برباد ہو جائیگی کیونکہ سب روحیں اپنے نیک اعمال کی وجہ سے خدا کے قبضہ سے نکل جائیں گی۔ اور وہ کوئی چیز نہ بنا سکے گا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسی لئے تناسخ کے ماننے والوں کے پرمیشور نے یہ نہیں بتایا۔ کہ فلاں قسم کا گناہ کرنے سے فلاں جون میں ڈالا جاتا ہے۔ کیونکہ اگر وہ ایسا بتا دیتا۔ تو کوئی شخص نہ وہ گناہ کرتا۔ اور نہ وہ چیز بن سکتی ؀

پنجم۔ اگر روح کا مختلف جسموں میں ڈالنا بطور سزا کے ہے تو جو کوئی کسی روح کو کسی جسم سے نکالتا ہے۔ اسے اسی دنیا میں سزا کیوں نہیں دی جاتی۔ ہم تو دیکھتے ہیں۔ کہ جن لوگوں کو گورنمنٹ قید خانہ میں ڈالتی ہے۔ ان کو اگر کوئی نکال لے۔ تو اسے سخت سزا دی جاتی ہے۔ پرمیشور تو ایک بہت بڑی طاقت رکھنے والا ہے۔ اس کے قیدیوں کو جو آزاد کرتے ہیں۔ ان کو وہ کیوں سزا نہیں دیتا۔ مثلاً ہر روز لاکھوں بکرے ذبح کئے جاتے ہیں۔ خدا کسی کو کچھ نہیں کہتا۔ اچھا اگر ذبح کرنے والوں کو سزا نہیں دی جاتی تھی۔ اور وہ نہیں پکڑے جاتے تھے۔ تو خدا ان روحوں کو تو پکڑ کر پھر اسی جسم میں ڈال دیتا۔ جس سے ان کو نکالا گیا تھا۔ لیکن ایسا بھی نہیں ہوتا۔ اس سے معلوم ہُوا۔ کہ کسی جسم میں کسی روح کا ڈالا جانا اس کے لئے بطور سزا کے نہیں ہے ؀

جناب سید محمد اسحٰق صاحب کا لیکچر

جناب میر صاحب نے جس خوبی اور عمدگی سے اس مضمون کو ادا کیا۔ وہ ہر ایک سننے والے کے دل پر نقش ہو گیا تھا۔ مضمون بہت پسند کیا گیا۔ اس کے بعد جناب سید محمد اسحٰق صاحب نے اپنا مضمون حضرت مسیح موعودؑ کا دعوےٰ اور اس کے دلائل بیان کرنا شروع کیا۔ اور لوگوں کو کہدیا گیا۔ کہ اس مضمون پر ہر ایک کو اعتراض کرنے کا حق ہے۔ جناب میر صاحب نے بتا دیا۔ کہ مسلمانوں کے تمام فرقوں کے نزدیک صرف قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے جس کو سب مانتے ہیں۔ اس لئے میں اسی سے حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کے دلائل بیان کروں گا۔ تاکہ ہر ایک فرقہ کے اشخاص پر اتمام حجت ہو جائے۔ اس تقریر میں آپنے قرآن کریم کی آٹھ آیات کو پیش کر کے ان سے حضرت مسیح موعود کی صداقت کا ثبوت دیا۔ اس لیکچر میں سامعین کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ جناب میر صاحب کے الفاظ جو حق اور صداقت سے بھرے ہوئے اور اپنے ساتھ قرآنی تصدیق رکھتے تھے۔ ان کے دلوں پر تیر و تفنگ کا کام کر رہے تھے۔ اور وہ اُبل اُبل پڑتے تھے۔ تاہم ایسے بھی لوگ تھے۔ جو نہایت توجہ اور غور سے ان دلائل کو سن رہے تھے۔ یہ لیکچر مغرب سے پہلے اجلاس میں ختم نہ ہو سکا۔ اس لئے دوسرے اجلاس میں بھی اسی کو بیان کیا گیا۔ دوسرے اجلاس میں حاضرین کی تعداد بہت ہی بڑھ گئی۔ دوران لیکچر میں عوام نے شور مچانے اور تالیاں بجانے سے رخنہ اندازی کی۔ اور جب انہیں کہا گیا۔ کہ تم لوگ جن کے مشابہ ہو۔ ان سے ایک قدم پیچھے رہ گئے ہو۔ یعنی تم نے تالیاں تو بجا دی ہیں لیکن سیٹیاں نہیں بجائیں تعجب کرنے پر انھوں نے بڑے زور سے تالیاں اور سیٹیاں بجائیں۔ اور مشابہت پوری کر دی۔ ہماری طرف سے ان کی تمام حرکات ناشائستہ کو اس نظر سے دیکھا گیا جسطرح ایک دانا معالج پاگل بیمار کی حرکات کو دیکھتا ہے۔ غرض یہ لیکچر خدا کے فضل سے نہایت کامیابی کے ساتھ ہُوا۔ چونکہ جناب میر صاحب نے اس لیکچر کو لکھے اور واضح الفاظ میں اور قرآن شریف کی آیات سے استدلال کر کے بیان کیا تھا۔ کہ جو ہر ایک عقلمند اور ذی فہم کو اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے۔ اور صداقت مسیح موعود کا ثبوت اس پر واضح ہو جاتا ہے۔ اس لئے میں نے اس تقریر کو حتی الامکان تمام قلمبند کر لیا ہے۔ جو انشاء اللہ عنقریب شائع کی جائے گی۔ اور ساتھ ہی ان اعتراضات کے جواب بھی لکھے جائیں گے۔ جو اس تقریر پر مخالفین کی طرف سے کئے گئے۔ اور ہماری طرف سے ان کے جواب دیئے گئے ؀

یہ ہمارے جلسہ کا آخری دن تھا۔ لیکن چونکہ ایک انگریزی مضمون باقی رہ گیا تھا۔ نیز لوگوں نے جناب مفتی صاحب سے لیکچر سننے کے لئے درخواست بھی کی تھی اس لئے اس شرط پر ایک اور دن جلسہ کرنے کا اعلان کیا گیا۔ کہ اگر ہمیں کل کے لئے ہال میں لیکچر دینے کی اجازت مل گئی۔ اور امید ہے کہ مل جائے گی۔ تو یہ دو لیکچر کرائے جائیں گے۔ نیز یہ بھی کہا گیا۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت پر جو لیکچر یہاں ہُوا ہے۔ اس کے متعلق اگر کوئی شخص اپنی تسلی کرنی چاہے۔ اور اعتراضات کا جواب حاصل کرنا چاہے۔ تو جہاں ہم ٹھہرے ہوئے ہیں وہاں آجائے۔ اس کے بعد جلسہ ختم ہُوا ؀

پانچویں دن کی کارروائی ۷۔ مارچ ۱۹۱۶ء

جلسہ کے پانچویں دن ساڑھے چار بجے جناب مفتی محمد صادق صاحب نے اپنا لیکچر اسلام اور عیسائیت شروع کیا۔ اور دونو مذاہب کی تعلیموں کا مقابلہ کر کے بتایا۔ کہ اس وقت کوئی شخص ایسا نہیں مل سکتا۔ جو بائبل کی موجودہ تعلیم پر عمل کرتا ہو۔ اور کوئی کر ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ وہ اس زمانے کے لئے نہیں ہے۔ عیسائی صاحبان کو اپنی تعلیم پر سب سے زیادہ ناز اس بات کا ہے کہ ہمارا مذہب خوش اخلاقی اور نرمی کی تعلیم دیتا۔

اور یہ بات اور کسی مذہب میں نہیں ہے۔ بائیبل کہتی ہے۔ کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا۔ بلکہ جو کوئی تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اس کے آگے پھیر دے۔ اور اگر کوئی تجھ پر نالش کرکے تیرا کرتا لینا چاہے۔ تو چوغہ بھی اُسے لے لینے دے۔ اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار لے جائے۔ اس کے ساتھ دو کوس چلا جا۔ جو کوئی تجھ سے مانگے۔ اُسے دے۔ اور جو تجھ سے قرض چاہے۔ اس سے منہ نہ موڑ۔* میں کہتا ہوں۔ ہوسکتا ہے۔ کہ کسی شریر کو کسی نے ایک طمانچہ مارا۔ تو وہ صبر کرکے چپکا ہو رہا۔ مگر یہ عالمگیر بات نہیں ہوسکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عیسائی اس پر عمل نہیں کرتے۔ اور نہ ہی کرسکتے ہیں۔ عیسائی صاحبان ہمیں کہتے ہیں۔ کہ تم بائبل کی تعلیم کو قبول نہیں کرتے۔ لیکن میں کہتا ہوں۔ کہ وہ خود کہاں قبول کرتے ہیں کیا کسی پادری صاحب کو کہا جائے۔ کہ مجھے کوٹ اتار کر دیدو۔ تو وہ پتلون بھی دیدیگا۔ ہرگز نہیں۔ میں یہ نہیں کہتا۔ کہ وہ غلطی کرتا ہے۔ ہاں میں یہ کہتا ہوں۔ کہ جس مذہب کی نسبت وہ ہمیں کہتا ہے کہ قبول کرو۔ اُسے وہ خود قبول نہیں کرتا۔ اس کے مقابلہ میں قرآن کریم کو دیکھئے۔ کہتا ہے جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا فمن عفا واصلح فاجرہ علے اللّٰہ۔ اگر کوئی تمہارے ساتھ بدی کرے۔ تو تم اس کے بدلہ میں اتنی ہی سزا دو۔ اس سے زیادہ نہیں۔ ہاں اگر اس کی اصلاح اور فائدہ معاف کرنے میں ہو۔ تو معاف بھی کردو۔ اس کا اجر تمہیں اللہ سے ملیگا۔

پھر انجیل کہتی ہے۔ کہ مال نہ جمع کرو۔ مگر آجکل جتنے بڑے بڑے بینک ہیں۔ وہ سب عیسائیوں کے ہیں۔ پھر انجیل میں کہیں نہیں لکھا۔ کہ مسیح سارے جہاں کے لئے آیا تھا۔ بلکہ متی ۱۵ باب ۲۴ میں لکھا ہے۔ کہ اس نے (مسیح) جواب میں کہا۔ کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ پھر یہ کہا۔ کہ لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کو ڈالنی اچھی نہیں۔ پس عیسائیت عالمگیر مذہب کس طرح ہوسکتا ہے۔ عالمگیر تو وہ مذہب ہے۔ جس کے لانے والا پیدا ہوئے کہتا ہے۔ یا ایھا الناس انی رسول اللّٰہ الیکم جمیعا۔ اے لوگو خواہ کسی ملک کے رہنے والے ہو۔ میں تم سب کے پاس رسول ہو کر آیا ہوں۔

جناب مفتی صاحب یہاں تک تقریر فرما چکے تھے۔ کہ بہت سے لوگ یکلخت ہال میں داخل ہوگئے۔ اور ان کے ساتھ پادری احمد مسیح صاحب نابینا جو بہت مشہور لکچرار ہے۔ آیا اور اس نے آتے ہی کھڑے ہو کر کہا۔ کہ اگر مجھے جواب دینے کے لئے کم از کم آدھ گھنٹہ وقت دیا جائے۔ تو میں بیٹھتا ہوں ورنہ میں باہر جا کر اپنا لکچر دینا شروع کرونگا ہوں۔ اس کے جواب میں کہا گیا۔ کہ گو ہمارے پروگرام کے رُو سے کسی معترض کو اتنا وقت نہیں دیا جاسکتا۔ تاہم آپکے لئے ہم آپکے منہ مانگے وقت کو منظور کرتے ہیں۔ آپ دس منٹ میں اعتراض کریں۔ اور مفتی صاحب دس منٹ میں اس کا جواب دیں گے۔ اور اس طرح ایک گھنٹہ تک گفتگو ہوگی۔ یہ بات سن کر پادری احمد مسیح بیٹھ گیا۔ اور جناب مفتی صاحب نے اپنا لکچر شروع کیا۔ اور اس حصہ مضمون کو جو پادری صاحب کے آنے سے پہلے بیان کر دیا تھا۔ دوبارہ اختصار کے ساتھ بیان کر دیا۔ تاکہ مضمون کا سلسلہ اور ربط پادری صاحب کی سمجھ میں آجائے پھر جناب مفتی صاحب نے بیان کیا۔ کہ حضرت مسیح کی تعلیم کو عیسائی صاحبان جس طرح عالمگیر قرار دیتے ہیں۔ وہ درست نہیں ہے۔ اور اس طرح بہت بڑے اعتراض اس پر وارد ہوتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ وہ تعلیم تو درست ہے لیکن اس وقت کے لئے تھی۔ جواب نہیں رہا۔ اب کوئی اس پر عمل کرے۔ تو نہیں کرسکتا۔ پھر حضرت مسیح نے کہا ہے کہ تم اسطرح خیرات کرو۔ کہ کسی کو پتہ بھی نہ ہو۔ مگر اس وقت گرجوں میں بیٹھ کر چندے جمع کئے جاتے ہیں۔ اور بڑی بڑی فہرستیں چندہ دہندوں کی شائع کی جاتی ہیں۔ گویا انجیل کی تعلیم پر عمل نہیں ہورہا۔ قرآن کریم خیرات کے متعلق دونوں طریق سے اجازت دیتا ہے۔ ظاہر بھی اور پوشیدہ بھی یعنے جس طرح مناسب اور موقعہ اور محل ہو۔ کی جائے۔ پھر انجیل کہتی ہے۔ کہ جب دعا مانگو۔ تو دروازے بند کرکے مانگو۔ لیکن اب گرجوں میں کھلے دروازوں دعا مانگی جاتی ہے۔ پھر انجیل سوائے زنا کے اور کسی وجہ سے طلاق دینے کو جائز نہیں قرار دیتی۔ مگر اب اہل یورپ کو طلاق کے متعلق اور وجوہات سے قانون بنانے پڑے۔ یہ آنا بڑا تغیر موجودہ انجیل میں کیوں ہورہا ہے۔ اس لئے کہ وہ ہمیشہ کے لئے نہ تھی۔ اور نہ ہی موجودہ وقت کے لئے ہے۔ یہی تو وجہ ہے۔ کہ اس کی اصل تعلیم پر کوئی عمل نہیں کرسکتا۔ اصل بات جیسے ایک شخص کو کسی نے کہا۔ میرا بستر سٹیشن پر جو یہاں سے ایک کوس کے فاصلہ پر ہے۔ لے چلو۔ وہ بستر اٹھا کر چل پڑا جب سٹیشن پر پہنچا اس نے کہا۔ کہ اب تم جاؤ۔ قلی کے ذریعہ میں اپنا بستر گاڑی پر لے جاؤں گا۔ اسے آگے سے یہ کہنا چاہیئے۔ کہ نہیں میں ہی لے چلتا ہوں۔ اور میں آپکو گاڑی پر سوار کرا دیتا ہوں۔ اس کے یہ معنے نہیں۔ کہ وہ بستر اٹھانے والا یہ کہے۔ کہ میں ایک کوس اور آگے لے جاؤں گا۔ یہاں نہیں ٹھہروں گا۔ کیونکہ مجھے میرے مذہب نے یہی تعلیم دی ہے۔ ان الفاظ کو سن کر پادری صاحب نے شور مچا دیا۔ کہ استہزا کیا جارہا ہے۔ ہم نہیں سن سکتے۔ اٹھو لوگو باہر چلیں۔ حالانکہ قطعاً استہزا نہیں کیا گیا تھا۔ بلکہ حضرت مسیح کی تعلیم کی تطبیق دی جارہی تھی۔ مگر پادری صاحب نے اپنی جان چھڑانے کا یہ ایک موقع نکال لیا۔ اور اٹھ کر بھاگ نکلے۔ کچھ اور لوگ بھی اس کے کہنے پر اٹھ کر جانے لگے۔ انہیں کہا گیا۔ کہ کیا تم لوگ ایک عیسائی کی بات مانکر اس کے ساتھ چلے جاؤ گے۔ اور اسلام کی تائید میں جو لکچر ہورہا ہے۔ اُسے نہ سنو گے۔ آوازیں آئیں۔ کہ ہاں ہم آپ کی بات نہیں سنیں گے۔ اور عیسائی کا ساتھ دیں گے۔ ہم نے کہا۔ آپ کو ایک عیسائی کا ساتھ مبارک ہو۔

چونکہ مغرب کی نماز کا وقت ہوگیا تھا۔ اس لئے جلسہ برخواست ہوا۔ اور نماز کے بعد پھر جناب مفتی صاحب نے اپنا لکچر شروع کیا۔ اور تمام لوگ جو پادری صاحب کے ساتھ اٹھ کر چلے گئے تھے۔ دوبارہ آکر بیٹھے۔ جناب مفتی صاحب نے اپنی بقیہ تقریر میں الوہیت مسیح۔ کفارہ اور دیگر عیسائیوں کے عقائد کے متعلق نہایت وضاحت سے بتایا۔ اختتام تقریر پر جناب میر قاسم علی صاحب نے کھڑے ہو کر کہا۔ کہ آپ لوگوں کو معلوم ہے۔ کہ احمد مسیح صاحب کو ہم نے ان کا منہ مانگا وقت ان کی درخواست پر بولنے کے لئے دیا تھا۔ مگر وہ اپنی ناکامی کو معلوم کرکے بھاگ گیا۔ اب اگر کوئی شخص اس کا قائمقام بن کر اعتراض کرنا چاہے۔ تو کرسکتا ہے۔ اس کہنے پر کسی کی ہمت نہ ہوئی۔ کہ اٹھ کر کوئی اعتراض کرتا۔

بعد ازاں جناب ماسٹر محمد الدین صاحب نے انگریزی میں کچھ دیر اسلام اور دیگر مذاہب پر لکچر دیا۔ چونکہ انگریزی لکچر کی وجہ سے اکثر لوگ جو انگریزی نہیں جانتے تھے چلے گئے تھے۔ اور بہت تھوڑے باقی رہ گئے تھے۔ دوسرا وقت

* یہ ہے کہ حضرت مسیح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی آمد کے لئے بطور خوشخبری تھے۔ آپکے لوگوں کو آنحضرت صلعم کے قبول کرنے کے لئے نرم تعلیم سے تیار کیا تھا۔ لیکن اب لوگوں نے اسے مستقل اور تمام عالم کے لئے سمجھ لیا۔ حضرت مسیح نے تو اسطرح کہا تھا۔

بھی بہت زیادہ ہو گیا تھا۔ اس لئے اصل مضمون نہ سنایا گیا اور مختصر الفاظ میں دوسروں کے ساتھ سلوک کے متعلق جو قرآن کریم کی تعلیم ہے۔ اُسے بیان کیا گیا ॥

اخیر میں شیخ یعقوب علی صاحب نے اعلان کیا۔ کہ آج خدا کے فضل سے کامیابی کے ساتھ ہمارے جلسہ کے ایام ختم ہو گئے ہیں۔ ہم حکام پولیس کے شکر گذار ہیں۔ کہ انہوں نے جلسہ میں امن قائم رکھنے کے لئے اپنے فرائض کو نہایت خوبی اور عمدگی سے ادا کیا۔ اور احسن انتظام سے کوئی خلل واقعہ نہ ہونے دیا۔ اور جناب آئی ڈبلیو۔ بورنگ صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس کے ہم بہت ہی شکر گذار ہیں۔ جنہوں نے ہمیں بہت امداد دی ہے۔ نیز گورنمنٹ عالیہ کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے کہ جس کے عہد میں ہم نے ایک قسم کے خوف و خطر سے بے فکر ہو کر نہایت امن اور سکون سے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے ॥

دعا کے بعد جلسہ ختم ہوا۔ اور اس بات کا اعلان کر دیا گیا۔ کہ ہمارے علماء کچھ دنوں تک یہاں موجود رہیں گے۔ اگر کسی کو کچھ پوچھنا ہو۔ تو مکان پر آ سکتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی بیان کر دی جاتی ہے۔ کہ آریوں کی طرف سے مباحثہ کا چیلنج ہمیں پہنچ گیا ہے۔ اور ہم نے منظور کر لیا ہے۔ لیکن چونکہ اپنے پروگرام کے مطابق اس ہفتہ میں اور بھی کام کرنے ہیں اس لئے دو چار روز بعد تاریخ مناظرہ اور شرائط وغیرہ کا تصفیہ کیا جائیگا۔ نیز غیر احمدی علماء کی نسبت بھی معلوم ہوا ہے۔ کہ وہ مناظرہ کرنا چاہتے ہیں۔ گو ان کی طرف سے ابھی تک کوئی تحریر ہمیں نہیں پہنچی۔ لیکن ہم ان کے مناظرہ کو منظور کرتے ہیں۔ اور میں یہ بھی بیان کر دیتا ہوں۔ کہ ہمیں اس جلسہ کے متعلق خدا کے فضل سے غیر احمدیوں کے سامنے کسی بات کیلئے بھی دست نگر نہیں ہونا پڑا۔ اور نہ ہی کسی کی ذرا بھر امداد کے ہم احسان مند ہیں۔ ما لبتہ ایک غیر مذہب والے نے جو ہم سے سلوک کیا ہے۔ اس کے ہم بہت ہی ممنون ہیں۔ اور عمر بھر یاد رکھیں گے ॥

جماعت دہلی کا شکریہ

اس جلسہ میں جماعت دہلی نے ہر ایک قسم کی امداد اور مہمانوں کے لئے خوراک اور جائے رہائش کا بہت عمدہ انتظام کیا۔ اس کے لئے دہلی کے احمدی احباب نیز رامپور اور میرٹھ کے احباب جنہوں نے ان کا ہاتھ بٹایا۔ شکریہ کے مستحق ہیں۔ خدا تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ جلسہ میں ہر روز بیرونجات کے احمدی احباب بھی شامل ہوتے رہے۔ اور پچاس ساٹھ کے قریب روزانہ احمدیوں کی تعداد موجود رہتی۔ خدا کے فضل و کرم سے پانچ دن جلسہ نہایت شان و شوکت کے ساتھ ہو کر اختتام پذیر ہوا۔ بہت سے لوگوں میں سلسلہ احمدیہ کے متعلق تحقیق کا جوش پایا گیا۔ اور بہت سے غلط خیالات جو ان کے دلوں میں احمدیت کے متعلق تھے۔ ان کی اصلاح ہو گئی۔ اس جلسہ کے ذریعہ دہلی میں احمدیت کا بیج بو دیا گیا ہے۔ جو انشاء اللہ ایک دن بہت پھل لائیگا ॥ اسکے بعد ہمارے علماء نے ۱۳۔ مارچ کو یہ اشتہار اتمام حجت کے لئے شائع کیا ॥

اہل دہلی پر اتمام حُجّت

اہل دہلی کو معلوم ہے کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مبلغین نے اپنے امام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی کے ارشاد کے ماتحت کئی روز تک متواتر عربی۔ انگریزی۔ اردو زبانوں میں راما تھیٹر میں لکچر دیئے ہیں۔ ان لکچروں کے اشتہارات خاص خطوط کے ساتھ علماء دہلی و رؤسا و شرفاء دہلی کی خدمت میں بھیجے گئے تھے۔ سلسلہ احمدیہ کے مسائل کے لکچروں میں سوال و جواب کا موقعہ بھی دیا گیا۔ لکچروں کے ختم ہونے کے بعد ۷۔ مارچ ۱۹۱۶ء کو ہمارے قیامگاہ پر ایک معزز آدمی نے (جنکا اسم گرامی حافظ خلیل الرحمٰن صاحب مہرکن ہے) آکر فرمایا۔ کہ میں بعد مشورہ و صوابدید عمائد شہر و علماء دہلی آیا ہوں یہ لوگ چاہتے ہیں۔ کہ اپنے اہتمام سے پورے امن و سکون کے ساتھ ایک مجلس مناظرہ منعقد کر کے مسائل اختلافیہ فیمابین کا فیصلہ کرائیں۔ اگر آپ تیار ہوں۔ تو اس کا انتظام کیا جائے۔ ہم نے جواب دیا۔ کہ اس قسم کا جلسہ جس کے منتظم اعلیٰ طبقہ کے اصحاب ہوں گے۔ مبارک اور مفید ہو سکتا ہے۔ وہ اس کا چیلنج ہم کو دیں۔ تو بعد تصفیہ شرائط ہم اس مباحثہ کو منظور کریں گے۔ اس پر حافظ صاحب نے وعدہ فرمایا۔ کہ میں کل تک ان کی طرف سے چیلنج لا دوں گا۔ مگر افسوس کہ اب تک باوجود گذر جانے چار پانچ یوم کے کوئی چیلنج ہمارے پاس کسی ذریعہ سے نہیں پہنچا۔ اور ہم آج تک انتظار میں ہیں۔ ہمارے علماء بھی بعض علماء کی خدمت میں بغرض تبادلہ خیالات حاضر ہوئے۔ تو انہوں نے کہا کہ بعد مشورہ علماء ہم جواب دیں گے۔ لیکن برخلاف اس کے محض غلط بیانی کے طور پر لاہور کے پیسہ اخبار میں شائع کرایا گیا ہے۔ کہ احمدی جماعت کے علماء کو مباحثہ کا چیلنج دیا گیا۔ اور وہ بھاگ گئے ॥

اس لئے اس غلط بیانی کو دور کرنے کے لئے ہم یہ اعلان کر کے عوام و خواص کو مطلع کرتے ہیں۔ کہ لکچروں کے بعد ۸۔ مارچ ۱۹۱۶ء سے آج تک ہم اسی غرض سے یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ تاکہ بعد میں غلط واقعات بیان کرنے کا موقعہ نہ رہے۔ اگر ۱۵ مارچ ۱۹۱۶ء کی شام تک کسی ذمہ دار عالم یا رئیس دہلی کی طرف سے باقاعدہ تحریری چیلنج مباحثہ نہ پہنچا۔ تو یہ اعلان ہمارے اس اتمام حجت پر جو ہم لکچروں کے ذریعہ کر چکے ہیں مزید اضافہ ہوگا۔ پس اے زمین سن رکھ۔ اور اے آسمان گواہ رہ کہ ہم نے حضرت مسیح موعود اور مہدی معہود علیہ السلام کا پیام اہل دہلی کو پہنچا دیا ہے۔

(نوٹ) اس کے متعلق خط و کتابت بنام حکیم خلیل احمد صاحب مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ مقیم دہلی متصل جامع مسجد بالاخانہ نواب فیض احمد خانصاحب کریں۔ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ ۔ ۱۳ مارچ ۱۹۱۶ء

مبلغین سلسلہ احمدیہ مقیم دہلی

مولانا سید محمد احسن صاحب کی تازہ ترین چٹھی

پیغام والوں نے ایک ٹریکٹ مولٰنا سید محمد احسن صاحب امروہہ کی تازہ شہادت کے عنوان سے شائع کیا ہے۔ اور اُسے لفافوں میں بند کر کر کے مبائعین کے نام بھیجا ہے۔ اور اس شہادت کو پیغام میں بھی شائع کیا ہے۔ اس کے متعلق مولانا سید محمد احسن صاحب کے دو مکتوب حضرت خلیفہ ثانی کی خدمت گرامی میں پہنچے ہیں۔ جن میں مولانا موصوف ارقام فرماتے ہیں۔ کہ پیغام والوں نے میرے خط پر اپنی طرف سے ایک تمہید بڑھائی ہے جو میری نہیں ہے۔ اور یہ آج ۱۳ مارچ کو مجھے معلوم ہوا ہے اور حضرت مسیح موعود کے مرتبہ کی نسبت مولانا لکھتے ہیں۔ کہ۔

"پہلے انبیاء اولو العزم میں بھی اس عظمت شان کا کوئی شخص نہیں گذرا"۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ

حدیث میں تو ہے۔ کہ اگر موسیٰ وعیسیٰ زندہ ہوتے۔ تو آنحضرت کے اتباع کے بغیر ان کو چارہ نہ ہوتا۔ مگر میں کہتا ہوں۔ کہ مسیح موعود کے وقت میں بھی موسیٰ وعیسیٰ ہوتے۔ تو مسیح موعود کی ضرور اتباع کرنی پڑتی ☆

ہم پوچھتے ہیں مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء سے کہ آیا آپ بھی کسی **جزوی ظلی نبی کو پہلے انبیاء اولوالعزم سے افضل و اعلیٰ سمجھتے ہیں۔** اور کیا آپ بھی یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ اگر حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام اس وقت زندہ ہوتے۔ تو انہیں حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء کی اتباع کرنی پڑتی۔ اگر آپ کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ تو مولانا محمد احسن صاحب کی شہادت والے ٹریکٹ میں یہ صفحہ بھی ایزاد فرمائیے۔ اور اگر یہ عقیدہ نہیں تو پھر آپ کو شرم کرنی چاہیئے۔ کہ کیوں متکلم مولانا احسن مدظلہ کے منشاء کے خلاف آپنے ایک تحریر کے معنے گھڑ کے لوگوں کو غلط فہمی میں ڈالنے کی ناکام کوشش کی ہے اور مولانا موصوف کے اخلاق وعقیدت پر بھی حملہ کیا ہے۔ حالانکہ مولانا صاحب اپنے خط میں حضرت فضل عمر کو لکھتے ہیں۔ کہ آپ کی خلافت حقہ کے میرے پاس سینکڑوں الٰہی دلائل وشواہد ہیں۔ کہ کسی مخالف خلافت کو یارائے مقاومت بفضلہ تعالےٰ نہیں ہے ☆

آخیر میں ہم مولوی محمد علی صاحب کو متنبہ کرتے ہیں۔ کہ اگر وہ حسب معمول جلد بازی سے کام نہ لیتے۔ اور اپنی مشہور ومعروف مغلوب الغضبی میں نہ آجاتے۔ تو مولانا محمد احسن صاحب کے اسی پہلے خط سے آپ یہ سمجھ جاتے۔ کہ مولانا صاحب کا جزوی اور ظلی نبوت سے صرف یہ مطلب ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود بہ متابعت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نبی ہوئے ہیں۔ کیونکہ اس خط میں مولانا نے بالصراحت لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ وغیرہ بھی جزوی اور تابع نبی تھے۔ مفصل آئیندہ انشاء اللہ۔ کیونکہ مولانا نے باقی جواب الفضل پر چھوڑا ہے ☆

پیغام والوں کے افتراء کی تردید

"علاقہ فیروزپور میں پیغامیوں نے اپنے دورے اور کامیابی کے حالات بڑے فخر سے شائع کئے ہیں۔ جب تحقیق کی گئی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ کذب وافتراء سے کام لیا ہے چنانچہ "محمد عالم خان" چھاؤنی فیروزپور کے توبہ نامہ مندرجہ پیغام ۲۴ فروری کی حقیقت مندرجہ ذیل ہے۔ امید ہے پیغام والے اب بھی اسے "مستقل مزاج اور موحد" ہی سمجھتے ہوں گے۔ اور لکھیں گے"☆

میں خدا تعالےٰ کو حاضر ناظر سمجھ کر اس بات کا اقرار کرتا ہوں۔ کہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو مسیح موعود اور مہدی معہود اور ایسا نبی مانتا ہوں۔ جو نئی شریعت نہیں لائے۔ مگر ان کا انکار کفر ہے۔ اور جیسا کہ حضرت اقدس نے خود لکھا ہے میں آپکے منکروں کو یعنے نہ ماننے والوں کو کافر سمجھتا ہوں۔ اور جو مجدد آپ سے پہلے گذرے ہیں۔ ان کو میں حضرت مسیح موعود کی تحریر کے مطابق نبی نہیں مانتا ☆

چند روز ہوئے ہیں۔ کہ مرہم عیسےٰ نے جو یہاں آئے ہوئے تھے۔ مجھے دھوکہ دیکر ایک کاغذ پر جو میں نے پڑھا نہیں دستخط کروا لئے۔ اور اب میں سنتا ہوں۔ کہ میری طرف سے ایک توبہ نامہ پیغام صلح میں چھپا ہے۔ میں ایسی چالاکیوں سے سخت بیزار ہوں۔ اور اعلان کرتا ہوں۔ کہ میں حضور خلیفۃ المسیح ثانی میاں محمود احمد صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اپنا ہادی ومرشد سمجھتا ہوں۔ اور ہر ایک معاملہ میں آپ کے حکموں کی تعمیل کو اپنے لئے موجب سعادت یقین کرتا ہوں۔ اگر کسی چھوٹی سے چھوٹی بات میں بھی مجھے حضرت فضل عمر سے اختلاف ہو۔ تو میں حضور کو راستی پر اور اپنے آپ کو غلطی پر تصور کروں گا۔ میں نے اس عریضہ کی ایک نقل ایڈیٹر پیغام صلح کے نام بھی بھیجدی ہے ☆

محمد عالم خان جلد ساز بقلم خود ۱۲ مارچ ۱۹۱۶ء چھاؤنی فیروزپور

رویا کے متعلق

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالےٰ کے ایک تازہ رویا کے متعلق بیرونی حلقہ احباب میں بعض ایسی باتیں مشہور ہو رہی ہیں۔ جو صحیح نہیں ہیں۔ اس لئے تمام احباب کی اطلاع کے لئے لکھا جاتا ہے۔ کہ اس رویا میں نہ تو کسی خاص حادثہ کی طرف اشارہ ہے۔ اور نہ ہی کسی خاص سال کی تاریخ مقرر ہے۔ اللہ تعالےٰ بہتر جانتا ہے۔ کہ کس رنگ میں پورا ہوگا۔ کوئی صاحب اس کے متعلق کسی قسم کی تعیین کرنے کا خیال نہ کریں ☆

تازہ ترین کیفیات

شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری و قادیانی دو نو ۱۶ مارچ قادیان آگئے۔ فاضل مصری اور مولوی سرور شاہ صاحب امرتسر جلسہ پر چلے گئے ہیں۔ جہاں میر محمد اسحٰق صاحب وحافظ روشن علی صاحب دہلی سے اور چوہدری ظفر اللہ خان صاحب سیالکوٹ سے پہنچ جائیں گے۔ چونکہ ۱۳ مارچ کے اشتہار سے دہلی کے علماء میں پھر جوش پیدا ہوا ہے اس لئے بجائے میر قاسم علی صاحب حکیم خلیل احمد صاحب ڈیرہ غازیخان گئے ہیں۔ علماء اہلحدیث نے اپنے بیس بائیس مولویوں کو مدعو کیا ہے۔ حاجی عبد الغفار خان صاحب پریزیڈنٹ اہلحدیث کانفرنس چیلنج مباحثہ لے کر آئے۔ شاید مولوی عبد السلام صاحب نبیرہ میاں نذیر حسین صاحب سرگروہ اہلحدیث مباحث ہوں۔ آریوں نے بھی اپنے لکچرار پنڈت رامچندر کو بذریعہ ارجنٹ تار بلا لیا۔ اور اب شرائط طے کر کے مباحثہ پر آمادہ ہیں ☆

جہلم سے حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی اور مستری الہ دین صاحب ٹھیکیدار اور میاں محکم دین صاحب پنشنر سب انسپکٹر کالا۔ دارالامان میں آئے۔ حافظ صاحب نے (چند روز ہوئے) موضع کسر کال اور پنڈوری میں وعظ اور ایک مولوی سے مباحثہ کیا جس میں غیر احمدی مولوی کو ہزیمت ہوئی۔ اور اسکے نتیجہ میں خدا کے فضل سے مولوی غلام نبی صاحب مدرس اور ان کے گھر والوں نے بیعت کرلی۔ پھر گوٹریالہ (گجرات) میں تین وعظ کئے جس میں پانچ آدمیوں نے بیعت احمدیت کی۔ اب بحکم حضرت خلیفۃ المسیح ۱۹۔ کو تنگل کسوالہ (گوجرانوالہ) میں جائیں گے وہاں سے ہوکر براہ سعد اللہ پور ارتھل ۲۴ کا جمعہ ہیلاں (گجرات) میں پڑھائیں گے۔ وہاں جلسہ احمدیہ ہے۔ اس کے بعد مونگ سے ہوتے ہوئے واپس جہلم پہنچینگے ☆

ایک ڈاکٹر احمدی

پانی پت میں شادی کی گئی۔ نکاح گاہ جو تجویز ہوا تھا وہاں کے مقبرہ کے متولیوں نے علماء کی تحریک سے روک دیا۔ ایک صاحب ڈاکٹر ساجد نے ان کو سمجھایا۔ مگر انھوں نے نہ مانا۔ اور ساجد صاحب نے جوش میں آکر اپنے مکان پر لکچروں کا انتظام کر دیا۔ اور بہت عمدہ وسیع پنڈال بہت جلد تیار کرا دیا۔ ڈاکٹر ساجد نے اعلان کیا ہے کہ مسلمانوں نے بداخلاقی اور خلاف وعدگی کی۔ اسواسطے میں ان سے الگ ہوکر احمدی ہوتا ہوں ☆

التجاء دعا: منشی غلام محمد صاحب سیالکوٹی جو آجکل دارالامان میں ہیں اپنی اہلیہ کی صحت کے لئے دعا کی درخواست کرتے ہیں (۲) ایک غیر احمدی دوست [illegible]

فتاوی احمدیہ

جو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے لکھوائے

چودھویں صدی کا مجدد مسیح موعودؑ ایک شخص کے استفسار پر کہ آیا یہ کوئی حدیث ہے کہ چودھویں صدی کا جو مجدد ہے وہی مسیح اور مہدی ہوگا۔ حضور نے لکھوایا۔ کہ یہ حدیث میں نہیں ہے بلکہ کسی بزرگ کا کشف ہے

طلاق رجعی ایک شخص نے دریافت کیا۔ کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو طلاق دیدی اور کاغذ بھی لکھدیا۔ اس کے بعد پھر اس شخص نے اس عورت کو اپنی بیوی بنالیا (رجوع کرلیا) آیا یہ جائز ہے۔ حضور نے لکھوایا۔ ایسے آدمی کے لئے عورت حلال ہے اور اس کو آئندہ ایسی حرکت سے پرہیز رکھنا چاہئیے ؟

مدعی خلافت کے پیچھے نماز جائز نہیں ایک شخص نے حضور سے دریافت کیا۔ کہ عابد علی نے خلیفہ ہونیکا دعوے کیا ہے۔ کیا ہم اس کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں۔ فرمایا۔ اگر اس نے خلافت کا دعویٰ کیا ہے۔ تو اس کے پیچھے نماز جائز نہیں ؟

خواب میں دانت گرنا ایک اور شخص کے خواب بیان کرنے پر حضور نے فرمایا۔ کہ اگر دانت نکلکر زمین پر گر پڑے تو اس کی تعبیر کسی رشتہ دار کا مرنا ہے۔ اور اگر زمین پر نہ گرے تو اچھا ہے ؟

سوال۔ عقیقہ کا جانور کیا کر صلبہٗ دینی تک التوا ہو سکتا ہے (۲) عقیقہ کا گوشت کس طرح تقسیم ہوگا۔ خود بھی ایک حصہ رکھ سکتا ہے۔ یا کل تقسیم ہوگا۔ اگر کوئی شخص سب گوشت گھر میں رکھلیوے تو جائز ہو سکتا ہے۔ یا نہیں (۳) بعد از نماز ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں (۴) قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں ان سوالات کا جواب حضور کے حکم سے ایک مولوی صاحب نے لکھا ؟

(۱) عقیقہ کیواسطے تاریخ ساتویں مقرر ہے تاخیر کرنی ٹھیک نہیں۔ ہاں اگر کوئی عذر ضروری ہو تو جائز ہے (۲) گوشت کے متعلق آدمی کو اختیار ہے کہ جس طرح چاہے عمل میں لاوے۔ اصل غرض خون بہانا ہے ؟

(۳) نماز کے بعد دعا جائز ہے ہاں دوام اور التزام نہ چاہئیے ؟

(۴) قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز ہے ؟

قصر نماز ایک شخص کے استفسار پر کہ نماز کس وقت تک قصر کیجاوے لکھوایا۔ جب تک سفر ہو۔ قصر کر سکتے ہیں۔ اور اگر کہیں ٹھہرنا ہو اور پندرہ دن سے کم ٹھہرنا ہو تو بھی قصر کریں اور اگر زیادہ تو پوری پڑھیں ؟

عورت جو خاوند کا حکم نہ مانے ایک شخص کے استفسار پر کہ "ایک عورت جو اپنے آپکو احمدی کہتی ہے۔ اگر وہ اپنے خاوند کے احکام پر نہ چلے تو کیا اس کو سلسلہ عالیہ احمدیہ کا رکن کہنا چاہئیے" حضور نے لکھوایا۔ جو عورت اپنے خاوند کا کہنا نہیں مانتی ان امور میں جو دین کے ساتھ تعلق نہیں رکھتے وہ گنہگار ہے۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا ؟

نقش اور وظیفہ بدعت ایک شخص کے استفسار پر حضور نے لکھوایا کہ نقش اور وظیفہ سب لغو اور بدعت ہیں ؟

زندگی کا بیمہ جائز نہیں زندگی کے بیمہ میں سود ضرور ہوتا ہے اس لئے جائز نہیں۔ اور جوا بھی ہوتا ہے ؟

غیر احمدی کو لڑکی نہ دو احمدی لڑکیوں کی شادی غیر احمدیوں میں نہیں ہو سکتی۔ آپ اول تو دیکھیں۔ اگر نہیں رکھتے تو ان کی شادی میں شامل نہ ہوں۔ ذات کا لحاظ بھی ایک حد تک ہوتا ہے۔ حضرت صاحب نے تو اپنے لڑکے اور لڑکیوں میں سے کسی کی بھی اپنی ذات میں شادی نہیں کی ؟

آیات قرآنی پر اعراب

بحصر اخبار آگرہ ۷ مارچ ۱۹۱۶ء کے الشوہیں ایک مضمون بعنوان "آیات شریفہ اور ضرورت اعراب" چھپا ہے۔ اس مضمون میں اخبار الفضل کے بارے میں لکھا ہے کہ "الفضل قادیان جسے تحریم و تعظیم آیات کاملہ کا دعویٰ بیش از بیش ہے۔ قرآن شریف کی آیتوں کی آتنیں اپنے کالموں میں درج کرتا ہے۔ مگر بے اعراب" پھر اس پر چند رجہ ذیل اعتراض کئے ہیں۔

اول۔ الفاظ و حروف پر اعراب نہیں لگاتے الفاظ و حروف کو اعراب سے معرا رکھنا معیوب ہے۔ **دوم** قرآن شریف میں الفاظ پر اعراب موجود ہیں۔ تو نقل کے وقت ان پر اعراب لگانے میں کیوں بخل کیا جاتا ہے۔ **سوم** ہر اخبار میں بصورت ضرورت آیات کا اردو ترجمہ بحوالہ سورۃ و پارہ درج کر دیا کے اور آیت بجنسہ نقل نہ کیجئے۔ **چہارم** اس صورت میں حرمت کلام پاک ہے ؟

معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایڈیٹر صاحب اخبار آگرہ نے اس طرف توجہ نہیں فرمائی۔ کہ قرآن شریف پر اعراب کب سے لگائے گئے مخفی نہ رہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جو قرآن شریف لکھے گئے وہ سب بے اعراب تھے۔ حضرت عثمان نے جو نسخے نقل کروا کر دوسرے ممالک میں بھجوائے۔ وہ بھی بغیر اعراب تھے۔ صحابہ جو قرآن لکھتے تھے۔ وہ بغیر اعراب لکھتے تھے۔ یہ اعراب تو بعد میں جا کر لگائے گئے ہیں۔ تو کیا وہ کام جو نبی کریم اور آپکے صحابہ نے کیا وہ معیوب تھا۔ ہرگز نہیں ایسا کلمہ بولنا ایڈیٹر آگرہ کے نزدیک بھی نامناسب ہے۔ پس یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ جو رسول صلعم اور آپ کے صحابہ کا معمول ہو وہ الفضل کے لئے معیوب ہو جائے۔ بحالیکہ ہمارے عقیدہ کے موافق تو یہ زمانہ نبی کریم کی بعثت ثانیہ کا زمانہ ہے۔ اس لئے ہم محمد رسول اللہ کے زمانہ میں ہو کر صحابہ کے طریقے پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ جو عین سنت ہے ؟

دوسرے اعتراض کے متعلق کہ جب قرآن شریف میں الفاظ پر اعراب موجود ہیں تو نقل کے وقت ان پر اعراب لگانے میں کیوں بخل کیا جاتا ہے۔ گذارش ہے کہ ایڈیٹر الفضل قرآن شریف سے آیات تلاش کر کے نہیں لکھا کرتا بلکہ مضمون لکھتے لکھتے جو آیت ذہن میں آجاتی ہے۔ وہ لکھدیجاتی ہے اور اس روا روی میں اعراب لگانے کا موقعہ نہیں ہوتا خصوصاً جب کہ کئی بار تجربہ ہو چکا ہے

Digtized by Khilafat Library

کہ کاتب اور بھی غلط کر دیتا ہے۔ تاہم اکثر اعراب لگائے جاتے ہیں۔ اور انشاء اللہ آئندہ اور زیادہ خیال رکھا جائیگا ؛

ستیرے۔ یہ مشورہ جو دیا جاتا ہے کہ "ہر اخبار میں بصورت ضرورت آیات کا اردو ترجمہ سورۃ و پارہ درج کر دیا جائے اور آیت بجنسہٖ نقل نہ کیجائے" اس کے متعلق ایڈیٹر صاحب کو یاد رہے۔ کہ جب کوئی شخص اپنے صفحوں میں کوئی آیت قرآنی لانا چاہتا ہے۔ تو وہ اپنے خیالات کے ماتحت اس آیت کا ترجمہ کرتا ہے۔ پس اگر وہ ترجمہ ہی لکھا جائے اور آیت نقل نہ کیجائے تو یہ اسی قسم کی تحریف قرآن شریف میں ہوجائے گی۔ جیسی توریت اور انجیل میں ہوئی ہے۔ اور جس کا خمیازہ یہود اور عیسائی اٹھا رہے ہیں۔ ہم قرآن شریف میں تحریف کرنا نہیں چاہتے۔ نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون اگرچہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے۔ کہ وہ تحریف نہیں ہونے دیگا۔ لیکن ہر ایک مسلمان کا بھی تو فرض ہے کہ وہ ایسی تمام راہوں سے بچے جن سے تحریف کا خیال پیدا ہو سکتا ہے لہٰذا ہم اس بات کو ناپسند کرتے ہیں۔ کہ قرآن شریف کی آیات کی بجائے ان کا ترجمہ دیا جایا کرے ؛

چوتھی بات جو مبصر آگرہ نے لکھی ہے کہ "اس صورت میں حرمت کلام پاک بھی ہے" یہ صحیح نہیں کیونکہ بجز نبی کریمؐ اور صحابہؓ اس بے حرمتی کے نعوذ باللہ سب سے اول مرتکب ہوئے کیوں انہوں نے کفار تک پہنچایا۔ جو جانتے بھی نہ تھے۔ کہ کیسی متبرک چیز ہے۔ اور پھر تبلیغ کی۔ تو اگر نا اہل لوگوں کے ہاتھوں میں قرآن شریف کا جانا اس کی بے حرمتی ہے۔ تو پھر تبلیغ کا کام رہنے دیجئے۔ اور قرآن شریف کو ہندوؤں کی پوتھیوں اور سکھوں کے گرنتھوں کی طرح بڑے بڑے عمدہ اور قیمتی کپڑوں میں لپیٹ کر اونچی جگہوں پر رکھ چھوڑا کریں جناب من! قرآن شریف کی بے حرمتی اس طرح نہیں ہوتی۔ قرآن شریف کی بے حرمتی اس کے احکام کی نافرمانی کرنے سے ہوتی ہے مثلاً قرآن شریف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مردہ کہتا ہے اور لوگ کہتے ہیں۔ نہیں وہ زندہ ہیں۔ قرآن شریف بتاتا ہے۔ کہ اس وقت کا زمانہ ظہر الفساد فی البر والبحر کے ماتحت ایک مصلح کا متقاضی ہے۔ لوگ کہتے ہیں۔ نہیں یہ بات غلط ہے۔ قرآن شریف فرماتا ہے ماکنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا۔ ہم کسی بستی کو ہلاک نہیں کرتے مگر اس میں رسول مبعوث کر دیتے ہیں۔ موجودہ زمانہ میں طرح طرح کی تباہ کن مصیبتیں بلائیں واقع ہو رہی ہیں۔ جن کا ایڈیٹر آگرہ کو بھی اقرار ہے۔ لیکن پھر بھی قرآن شریف کے حکم کے ماتحت اس رسول کو نہ ماننا جاتا۔ نہ تلاش کیا جاتا ہو یہ ہے قرآن شریف کی بے حرمتی۔ اس کا نام قرآن شریف کی ہتک ہے۔ قرآن شریف کو مانتے ہوئے اس کے حکم کی نافرمانی کرنا۔ اس کے فیصلوں کو نہ ماننا اس کی بے حرمتی ہے جس کے خلاف آواز اٹھانا ہمعصر آگرہ کا اولین فرض ہے۔ خدا توفیق بخشے ؛

فہرست نو مبائعین

بابت ماہ مارچ ۱۹۱۶ء

نام	مقام	نام	مقام
عبدالغنی	لائلپور	امام الدین	لائلپور
اہلیہ گھیٹا	״	اہلیہ محمد شریف	فیروزپور
اہلیہ عبدالحق	״	خدایار ۳؎	گجرات
سیرالدین	گوجرانوالہ	اہلیہ خدابخش	ملتان
عبدالکریم مستری۔	لکھنؤ	محمد حسین۔	جالندہر
محمد کریم	״	غلام محمد	״
خدایار	گجرات	عبدالرحمٰن	لاہور
عبدالغنی	لائلپور	منشی عبدالصمد	جالندہر
فضل الدین	سیالکوٹ	موج الدین	سیالکوٹ
نکھو	״	محمد الدین	״
عبدالغفور	ستنا	برکت بی بی	״
رلیا۔	جنید	بابو عبداللہ	لاہور
اہلیہ رلیا	״	علی شیخ	کشمیر
جلال الدین	״	بوٹے شاہ	امرتسر
غلام نبی	״	عبداللہ	ملتان
سلام الدین	״	غلام فاطمہ	
نصیبن	کشمیر	عبدالرحیم	کرنال
حشمت	״	....	
مہرہ مانہ	״	....	

بیعت خلافت

عبداللہ۔ میر امان گڑھ کرنال و دو شاہ ڈاکخانہ سرائے سدہو ضلع ملتان

نام	مقام	نام	مقام
دختر عبداللہ	״	عبداللہ	״
دختر	״	فرزند عبداللہ	״
نورالدین۔ چاہ نورالدین والہ متصل سرائے سدہو ملتان		فرزند	״
بشیر احمد	״	فرزند	״
سمات بی بی	״	سکینہ	״
محمد بخش	״	رحم بی بی	״
کرم بی بی	״	غلام قادر	״
اللہ رکھا	״	ذکریا	״
رحم بخش	״	معراج بی بی	״
حافظ عبدالرحیم	״	بنت عبداللہ	״
رحم بی بی	״	بنت	״
محمد الدین	״	اہلیہ	״
جیوان	״	....	

میزان ۶۳

ایک ہندو کی امداد

احمدیہ مسجد کینانور (مالابار) کے لئے ایک ہندو رئیس نے تین سو پچاس روپے کی لکڑی بطور چندہ دی ہے اللہ تعالیٰ ہمارے اس ہندو دوست کو اس کی نیکی کا ثمرہ دے آمین ؛ تعجب کی بات ہے کہ نام کے مسلمان تو اللہ کے گھر کی تعمیر میں حارج ہوں۔ مسیحی حکومت زمین اور ایک ہندو رئیس چھت کا سامان کرے یہ ہمارے مولیٰ کی نصرت ہے ؛

تصدیق المسیح والا مضمون

تصدیق المسیح کا مضمون جو الفضل کی گزشتہ اشاعتوں میں نکلا ہے ایک ہزار بصورت پمفلٹ چھپوانے کی لاگت چالیس روپے ہے جو دوست اس میں حصہ لینا چاہیں اطلاع دیں جبتک چالیس روپے دفتر میں جمع نہو جائیں نہیں چھپوایا جا سکتا منشی فرزند علی صاحب برادر فضل احمد صاحب سنوں اور سندھ والے دوست جو اس سلسلہ کے لئے تیار ہوں ؛